شہر یارِ علم صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف:

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

کتبِ علماء اہلِ سنت کا آن لائن سلسلہ...اب بہتر فارمیٹ کے ساتھ



نام کتاب : شہر یارِ علم صلی اللہ علیہ وسلم
مصنف : علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ
کیٹیگری : دیگر کتب علماء اہل سنت
کمپوزنگ : خلیل احمد رانا۔ جہانیاں، ضلع خانیوال (پاکستان)
تصحیح وویب لے آؤٹ : ٹیم اعلیٰ حضرت نیٹ ورک (راؤ ریاض شاہد قادری)
زیرِ نگرانی : ڈیجیٹل لائبریری فکرِ اعلیٰ حضرت (راؤ سلطان مجاہد القادری)
برائے ویب سائٹ : www.alahazratnetwork.org

شہر یارِ علم صلی اللہ علیہ وسلم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے، جو ظاہر اور پوشیدہ کا جاننے والا ہے، اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو غیب کی جو خبریں چاہیں بذریعہ وحی عطا فرمائیں، اور صلوٰۃ وسلام ہو اس کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمیدوں کے مرکز نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پیکر تقویٰ وطہارت آل پاک اور اصحاب پر۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار فضائل وکمالات سے نوازا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کو تمام اوّلین وآخرین کے علوم سے زیادہ علوم عطا فرمائے، اور آپ کو بہت سی مخفی چیزوں پر آگاہی فرمائی، اور یہ اللہ تعالیٰ کی عادت شریفہ ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں یعنی انبیاء کرام اور اولیاء عظام پر مخفی چیزیں منکشف فرماتا ہے۔

غیب کی تعریف

دلائل کے بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ غیب کی تعریف کی جائے، تاکہ مقصد واضح طور پر سامنے آجائے، علامہ بیضاوی فرماتے ہیں:

غیب سے مراد وہ چیز ہے جس کا ادراک نہ حواس کر سکیں اور نہ ہی یہ بداہتِ عقل سے معلوم ہو سکے، اس کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ وہ غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مبارک

"وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ"

(سورۃ الانعام، آیت ۵۹)

''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا''

سے مراد یہی ہے۔

۲۔ وہ غیب ہے جس پر دلیل قائم کی گئی ہو، جیسے خالق کائنات اور اس کی صفات، قیامت اور اس کے حالات، اور اس آیت "يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ" میں یہی مراد ہے۔

(قاضی عبداللہ بیضاوی، تفسیر بیضاوی، برحاشیہ سیالکوٹی، ص ۱۲۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد "یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ" کی تفسیر میں علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:

"لغت میں ایمان کا معنی تصدیق ہے...... بعض اوقات اس کا اطلاق وثوق کے معنی پر بھی ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ" میں دونوں معنی مناسب ہیں۔

(قاضی عبد اللہ بیضاوی، تفسیر بیضاوی، بر حاشیہ سیالکوٹی، ص ۲۲۳۔۱۲۴)

ان دونوں تصریحات سے واضح ہوگیا کہ عام مومن اس غیب کو جانتے ہیں، جس پر دلیل قائم ہو، کیونکہ جب ایمان کا معنی تصدیق ہے اور تصدیق علم کی قسم ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان "یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ" کا معنی یہ ہوا کہ مسلمان غیب کو جانتے ہیں اور وہ اس غیب کو جان سکتے ہیں جس پر دلیل قائم ہو، اور اللہ تعالیٰ کا بتانا اس کی سب سے قوی دلیل ہے۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں غیب پر ایمان لانے کا اسی صورت مکلّف کیا ہے، جب کہ وہ ہمارے لئے بعض اوقات غیب کے دروازے کھول دیتا ہے، امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "احیاء العلوم" کے حواشی میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے"۔

(علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی، شرح مواہب لدنیہ، ج ۷، ص ۲۲۹)

غور کا مقام ہے کہ جب عام مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ (وہ غیب جانتے ہیں) تو سوچئے کہ اولیاء کرام اور انبیاء کرام اور خصوصاً حضور سید عالم ﷺ کے علم غیب کا کیا عالم ہوگا؟

قرآنی آیات

قرآن کریم کی بہت سی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بہت سے مخفی امور کا علم عطا فرمایا ہے، ہم ان میں سے چند آیات کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

(سورۃ آل عمران، آیت ۱۷۹)

"اللہ تعالیٰ کی شان نہیں کہ تمہیں غیب پر آگاہ کردے، ہاں! اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے جسے

چاہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں"۔

۲۔ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ (سورۃ الجن، آیت ۲۶)

"وہی ذاتی طور پر ہر غیب کا جاننے والا ہے، تو وہ اپنے غیب خاص پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے علاوہ کسی کو کامل اطلاع نہیں دیتا"۔

۳۔ تِلْكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ (سورۃ ہود، آیت ۴۹)

"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں"۔

۴۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (سورۃ التکویر، آیت ۲۴)

"اور یہ نبی (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) غیب کی خبر دینے میں بخیل نہیں"۔

۵۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا

(سورۃ النساء آیت ۱۱۳)

"اور آپ کو وہ علوم غیبیہ اور احکام شرع سکھائے جن کو آپ خود نہیں جان سکتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے"۔

۶۔ الرَّحْمَٰنُ (۱) عَلَّمَ الْقُرْآنَ (۲) خَلَقَ الْإِنسَانَ (۳) عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (۴) (سورۃ الرحمٰن)

"رحمان نے (اپنے محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کو قرآن سکھایا اسی نے انسان کامل (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیدا کیا (اور) ان کو ما کان و ما یکون (یعنی جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا) کا بیان سکھایا"۔

احادیث مبارکہ

اس موضوع پر کثیر احادیث وارد ہیں، ہم اختصار کے پیش نظر اس جگہ صرف چند احادیث پیش کرتے ہیں، حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کی نماز میں تاخیر ہوگئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نماز پڑھانے کے بعد فرمایا!

"بے شک ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ آج صبح تمہارے پاس آنے سے ہمیں کس چیز نے روکا، ہم رات کو کھڑے ہوئے اور جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا ہم نے نماز پڑھی، پس نماز میں اونگھ آگئی، یہاں تک کہ ہم بیدار ہوئے تو ہم اپنے

رب کی بارگاہ میں بہترین حالت میں حاضر تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد (ﷺ) کیا آپ جانتے ہیں؟ کہ مقربین فرشتے کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے تھے؟ میں نے عرض کیا: اے میرے رب میں نہیں جانتا، پس ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست رحمت

(وضاحت۔ حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے لئے یَدٌ اور اَنَامِلٌ کا اثبات ہے، اور یہ از قبیل متشابہات ہے، جس کی حقیقت تک ہماری عقل کی رسائی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ جسم، ہاتھ اور پوروں سے پاک ہے۔ شرف قادری)

ہمارے کاندھوں کے درمیان رکھا، یہاں تک کہ ہم نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، پس ہمارے لئے ہر چیز روشن ہوگئی اور ہم نے اسے پہچان لیا"۔

(امام احمد بن حنبل، مسند امام احمد بن حنبل۔ مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ج ۵ ص ۲۴۳)

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھی، پھر اپنی جگہ تشریف فرما رہے، یہاں تک کہ جب چاشت کا وقت ہوا، رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ تشریف فرما رہے، یہاں تک کہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ادا فرمائی، اس دوران آپ نے کسی سے گفتگو نہیں فرمائی، پھر آپ اُٹھ کر گھر تشریف لے گئے، حضرت ابوبکر صدیق نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ہاں! ہمارے سامنے دنیا اور آخرت میں ہونے والے تمام امور پیش کیے گئے"۔

(امام احمد بن حنبل، مسند امام احمد بن حنبل۔ مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ج ۵ ص ۲۴۳)

"طارق ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تو ہمیں مخلوق کی ابتدا سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے کی خبر دی، اسے جس نے یاد رکھا سو یاد رکھا، جو بھول گیا سو بھول گیا"۔

(امام محمد بن اسمٰعیل بخاری، صحیح بخاری، مجتبائی دہلی، ج ۱، ص ۴۵۳)

"حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے درمیان حضور نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے، آپ نے مجلس میں قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہیں چھوڑی جسے بیان نہ فرمادیا ہو، جس نے اسے یاد رکھا، یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا، بھلا دیا، میرے ساتھیوں کو اس واقعہ کا علم ہے، ان میں سے کوئی چیز پائی جاتی ہے جسے میں بھول

چکا ہوتا ہوں، اسے میں دیکھتا ہوں تو وہ یاد آجاتی ہے، جیسے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے چہرے کو یاد کرتا ہو، جب وہ اس سے غائب ہو جاتا ہے، پھر جب اسے دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے"۔

(امام مسلم بن حجاج قشیری، مسلم شریف، مجتبائی دہلی، ج ۲، ص ۳۹۰)

"حضرت ابوزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، اور منبر پر تشریف فرما ہو کر ہمیں خطاب فرمایا، یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا، چنانچہ آپ اُترے اور نماز پڑھائی، پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں عصر تک خطاب فرمایا، پھر اُترے اور نماز ادا فرمائی اور پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہمیں خطاب فرمایا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، پس آپ نے ہمیں گزشتہ اور آنے والے واقعات کی خبر دی، پس ہم میں سے سب سے بڑا عالم وہ ہے جو زیادہ حافظے والا ہے"۔

(امام مسلم بن حجاج قشیری، مسلم شریف، مجتبائی دہلی، ج ۲، ص ۳۹۰)

"حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے زمین کو سمیٹ دیا، یہاں تک کہ ہم نے اس کے مشرقی اور مغربی حصوں کو دیکھ لیا ہے"۔

(امام مسلم بن حجاج قشیری، مسلم شریف، مجتبائی دہلی، ج ۲، ص ۳۹۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے بکثرت سوال کئے، پس ایک دن آپ تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا:
"پوچھو ہم سے! تم جس چیز کے بارے میں بھی سوال کرو گے ہم جواب دیں گے (یہاں تک کہ حضرت انس بن مالک نے کہا) ایک آدمی جس کی نسبت اس کے باپ کے علاوہ دوسرے شخص کی طرف کی جاتی تھی، اس نے عرض کیا! اے اللہ تعالیٰ کے نبی میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! تیرا باپ حذافہ ہے"۔

(امام مسلم بن حجاج قشیری، مسلم شریف، مجتبائی دہلی، ج ۲، ص ۳۹۰)

ہم کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو وسیع علم نہ عطا فرمایا ہوتا تو حضور نبی اکرم ﷺ بطور چیلنج مطلقاً یہ نہ فرماتے کہ جو چاہو پوچھو۔
مشہور مفسر سُدّی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے سامنے ہماری اُمت مٹی کی مورتیوں کی شکل میں

پیش کی گئی، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کی گئی تھی، ہمیں بتایا گیا کہ ان میں سے کون ہم پر ایمان لائے گا اور کون ہمارا انکار کرکے کافر ہوگا، یہ بات منافقین کو پہنچی تو انہوں نے بطور استہزاء کہا کہ محمد (ﷺ) کا خیال ہے کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ان کے بارے میں جانتے ہیں کہ ان میں سے کون ان پر ایمان لائے گا اور کون انکار کرے گا، حالانکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہمیں پہچانتے نہیں، جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا:

> ان لوگوں کا کیا حال ہے، جنہوں نے ہمارے علم پر اعتراض کیا ہے، تم قیامت تک واقع ہونے والی کسی بھی چیز کے بارے میں سوال کرو ہم تمہیں اس کی خبر دیں گے، حضرت عبداللہ بن حذافہ بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ (کیونکہ لوگ ان کے نسب میں شک کرتے تھے) فرمایا! تمہارا باپ حذافہ ہے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے امام ہونے اور آپ ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں، آپ ہمیں معاف فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر فرمائے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! کیا تم باز رہو گے؟ کیا تم باز رہو گے؟۔

(امام علی بن محمد ابراہیم بغدادی، تفسیر خازن، مطبوعہ مصطفےٰ البابی، مصر: ج ۱، ص ۳۸۲)

امام بخاری، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے ایسی اشیاء کے بارے میں سوال کیا گیا جنہیں آپ نے ناپسند فرمایا، جب لوگوں نے اس قسم کے بکثرت سوالات کیے تو آپ ﷺ جلال میں آگئے اور لوگوں سے فرمایا کہ تم جو چاہو ہم سے پوچھو، پس ایک شخص نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے، پھر ایک دوسرے شخص نے اُٹھ کر عرض کیا، میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! تیرا باپ شیبہ کا آزاد کردہ غلام سالم ہے۔

(امام محمد بن اسمٰعیل بخاری، بخاری شریف، مجتبائی دہلی، ج ۱، ص ۲۰۔۱۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیا چرواہے کے پاس آیا اور اس کی ایک بکری اُٹھا کر لے گیا، چرواہے نے اس کا تعاقب کرکے اس سے بکری چھڑالی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھا اور اپنی دُم پاؤں کے نیچے دبا کر بیٹھ گیا، اور کہنے لگا: اللہ تعالیٰ نے مجھے رزق عطا فرمایا، تو نے اس کا قصد کیا اور مجھ سے چھین لیا، چرواہے نے کہا، اللہ کی قسم میں نے آج کی طرح کبھی بھیڑیئے کو کلام کرتے ہوئے نہیں دیکھا، بھیڑیئے نے کہا: اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ ایک مرد کامل دو پتھریلے میدانوں اور کھجوروں کے درمیان (مدینہ منورہ) میں موجود ہے، جو تمہیں ماضی اور مستقبل کی خبریں دیتا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ چرواہا یہودی تھا، وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ واقعہ عرض کیا، نبی اکرم ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی اور وہ مسلمان ہوگیا (شرح السنۃ)۔

(خطیب ابوعبداللہ بن محمد عبداللہ تبریزی، مشکوۃ شریف، مطبوعہ کراچی، ص ۵۴۱)

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی، شارح بخاری فرماتے ہیں :

امام طبرانی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دنیا کو بلند کیا، پس ہم دنیا اور اس میں قیامت تک ہونے والے واقعات کو اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کہ ہم اپنی ہتھیلی کو دیکھتے ہیں۔

(امام شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی، مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی، مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ، ج ۷، ص ۲۳۴)

علامہ زرقانی حدیث شریف کے ان الفاظ "ان اللہ قد رفع لی الدنیا" کی شرح میں فرماتے ہیں :

''اس طرح کہ ہم نے دنیا کی تمام چیزوں کا احاطہ کرلیا''۔

نیز لکھتے ہیں :

''پھر چونکہ آپ سچے ہیں اور آپ کے ارشاد پر عقیدہ رکھنا واجب ہے، اس لئے معلوم ہوا کہ آپ کی وفات کے بعد لوگوں کے سامنے جو واقعات بھی رونما ہوں وہ ان ہی واقعات میں سے ہیں جنہیں آپ نے اسی وقت ملاحظہ فرمایا، جب دنیا آپ کے لئے پیش کی گئی''۔

(علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی، شرح مواہب، ج ۷، ص ۲۳۴)

صحابی رسول حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اشعار پڑھ کر سنائے جن میں سے ایک شعر یہ تھا ۔

فاشھد ان اللہ لا رب غیرہ

وانك مامون على كل غائب

(عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی، مختصر سیرت رسول، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ، لاہور، ۲۹)

(پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور بے شک آپ کو ہر غیب کا امین بنایا گیا ہے)

اب یہ تو ظاہری بات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر غیب کے امین تب ہی ہو سکتے ہیں کہ آپ اس کے عالم بھی ہوں، اور اگر یہ کہنا شرک ہوتا جیسا کہ وہابی کہتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سخت انکار فرماتے، حالانکہ آپ نے انہیں منع نہیں فرمایا، تو معلوم ہوا کہ یہ شرک نہیں۔

ابن ہشام روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے تو فضالہ بن عمر لیثی نے حضور کو شہید کرنے کا ارادہ کیا، پس جب وہ قریب ہوئے تو آپ نے فرمایا کیا تم فضالہ ہو؟ کہنے لگے ہاں یارسول اللہ! میں فضالہ ہوں، فرمایا تو اپنے دل میں کیا منصوبہ تیار کر رہا تھا؟ کہنے لگے کچھ بھی نہیں میں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا! اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر رکھا تو ان کا دل پر سکون ہو گیا، فضالہ کہتے تھے کہ اللہ کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ابھی میرے سینے سے اٹھایا نہیں تھا کہ میری یہ کیفیت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی مخلوق بھی میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھی۔

(ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی، فقہ السیرۃ، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ص ۳۶۳)

(امام عبدالملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ مع الروض الانف، طبع ملتان، ج ۲، ص ۲۷۶)

مغیّبات خمسہ اور روح

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (سورۃ لقمان: آیت ۳۴)

"بے شک قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ

ماں کے پیٹ میں کیا ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، اور کوئی نہیں جانتا ہے کہ اُسے کہاں موت آئے گی، بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے"۔

کیا یہ آیۂ کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس کے سوا ان کا علم کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا؟ حق یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم بلکہ ہر غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے تعلیم فرما دیتا ہے، اسے علم عطا فرمانے سے روکنے والا کوئی نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ (سورۃ البقرۃ: آیت ۲۵۵)

"اور وہ (بندے) اس کے علم میں سے کچھ نہیں پاتے، مگر جتنا وہ چاہے"۔

قیامت کا علم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۝ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ (سورۃ الجن: آیت ۲۶۔۲۷)

(وہی) ذاتی طور پر ہر غیب کا جاننے والا ہے، تو وہ اپنے غیب خاص پر سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کسی کو کامل اطلاع نہیں دیتا۔

علامہ زمخشری معتزلی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں :

"مِنْ رَّسُوْلٍ" سے ان لوگوں کا بیان ہے جو کو اللہ تعالیٰ نے چُن لیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے غیب خاص پر انہی لوگوں کو مطلع فرماتا ہے جنہیں اس نے خاص طور پر منصب نبوت کے لئے چُن لیا ہے، ہر پسندیدہ اور برگزیدہ شخص مراد نہیں ہے"۔

پھر فرماتے ہیں :

"اس آیت میں کرامات کے بطلان کا بیان ہے کیونکہ جن لوگوں کی طرف کرامات کی نسبت کی جاتی ہے وہ رسول نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے غیب پر مطلع کرنے کے لئے پسندیدہ بندوں میں سے فقط رسولوں کو خاص کیا ہے"۔

(جار اللہ محمود بن عمر زمخشری: تفسیر الکشاف: مطبوعہ انتشارات آفتاب، تہران، ج ۴، ص ۱۷۲)

علامہ زمخشری چونکہ معتزلی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں، ان کی طرف سے کرامات کا انکار ان کے مذہب اعتزال پر مبنی

ہے جس کا کثیر مفسرین نے رد فرمایا ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فلا یظھر علیٰ غیبہٖ احدا وہ اپنے غیب خاص پر کسی کو مسلط نہیں کرتا، اس ارشاد میں ''غیب'' سے مراد عام نہیں ہے، پس اس کو ہم وقوعِ قیامت کے وقت پر محمول کرتے ہیں، ہماری اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے، کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے فرمان "اِنْ اَدْرِیْ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ" کے بعد واقع ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میں وقوعِ قیامت کے وقت کو (از خود) نہیں جانتا پس اس آیت میں اس بات پر کوئی دلالت نہیں کہ اللہ تعالیٰ غیوب (پوشیدہ چیزوں) میں سے کسی غیب کو کسی پر ظاہر نہیں فرماتا، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس غیب خاص (وقت وقوعِ قیامت) کسی پر ظاہر نہیں فرماتا (سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے)''

اس کے بعد فرماتے ہیں :

''اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب تم نے اس غیب کو وقوعِ قیامت پر محمول کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ مگر پسندیدہ رسولوں کو، حالانکہ یہ غیب تو اپنے رسولوں میں سے کسی پر بھی ظاہر نہیں فرماتا، تو ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے قریب ظاہر فرما دے گا اور یہ کیسے نہیں ہو سکتا جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " وَ یَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَ نُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِیْلًا" (اور جس دن آسمان بادلوں کے ساتھ پھٹ پڑیں گے اور فرشتے جوق در جوق خوب اُتارے جائیں گے) اور بلا شبہ فرشتوں کو اس وقت قیامت کے برپا ہونے کا علم ہو جائے گا''۔

(امام محمد بن عمر رازی: تفسیر کبیر، مطبعہ بہیہ، مصر، ج ۳۰، ص ۱۶۸)

بعض آیتوں میں جو درایت کی نفی واقع ہوئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے "وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی کوشش اور حیلے سے معلوم نہیں کر سکتا کہ وہ کل کیا کرے گا، اور زمین کے کس خطے میں مرے گا، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے بھی تو ان چیزوں کا علم کسی کو نہیں دے سکتا۔

علامہ بدرالدین عینی شرح بخاری میں لفظِ درایت کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" اَلدِّرَایَةُ اِكْتِسَابُ عِلْمِ الشَّیْءِ بِحِیْلَةٍ" یعنی درایت حیلے کے ساتھ کسی چیز کے علم حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔

(علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی: عمدۃ القاری: مطبوعہ احیاء التراث العربی، بیروت: ج ۱، ص ۲۹۳)

وقوعِ قیامت کے وقت کا علم

متقدمین کا اس میں اختلاف رہا ہے کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے وقوعِ قیامت کا وقت معلوم ہے یا نہیں۔ اس بارے میں دو مذہب ہیں:

(۱) بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نہیں بتلایا گیا کہ قیامت فلاں وقت آنی ہے، لیکن خوب ذہن نشین رہے کہ یہ بات انہوں نے اپنی تحقیق کے مطابق اور اپنی نظر کی رسائی کے لحاظ سے کہی ہے، اور ایسا ہرگز نہیں ہے کہ (نعوذ باللہ تعالیٰ) انہوں نے شانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کے ارادے سے یہ بات کہی ہے۔

(۲) دوسرا مذہب اس سلسلہ میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وقوعِ قیامت کے وقت کا علم بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے، اور کسی فریق پر کوئی طعن نہیں ہے۔

معتزلہ فرقہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا، إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ (اللہ تعالیٰ غیب خاص پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو مسلط نہیں فرماتا) سے دو چیزوں کی نفی پر دلیل قائم کی ہے، ایک تو کراماتِ اولیاء کی نفی اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ ولیوں کو غیب پر مطلع نہیں فرماتا، اس کا ماحصل یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں "غیب" سے مراد وقوعِ قیامت کا وقت لیا گیا ہے، اور جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنے بعض رسولوں کو مطلع فرمادے۔

علامہ تفتازانی نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

> "اس جگہ "غیب" عموم کے لئے نہیں بلکہ مطلق ہے یا معین غیب مراد ہے، اور وہ سیاق (یعنی روشِ کلام اور سلسلۂ آیات کے ربط) کے قرینے سے وقوعِ قیامت کا وقت ہے، اور کچھ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس غیب پر بعض رسولوں کو مطلع فرمادے خواہ وہ رسلِ ملائکہ ہوں یا رسلِ بشر"۔

(علامہ مسعود بن عمر تفتازانی: شرح مقاصد، مطبوعہ دارالمعارف نعمانیہ، لاہور: ج ۲، ص ۲۰۵)

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ علمِ قیامت کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "یہ امر جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت قائم ہونے کے وقت کی کامل

طور پر اطلاع دی ہو، لیکن اس طریقے سے نہیں کہ آپ کا علم، علمِ الٰہی کے مشابہ ہو، اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ سے حضور ﷺ پر اس کا اخفاء واجب کر دیا ہو کہ اس کے علم کو پوشیدہ رکھیں اور یہ علم حضور ﷺ کے خواص میں سے ہو، تاہم مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل حاصل نہیں ہوئی"۔

(علامہ محمود آلوسی: تفسیر روح المعانی، مطبوعہ تہران، ج ۲۱، ص ۱۰۱)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں :

"جس شخص نے حضور ﷺ کے واسطہ کے بغیر ان پانچ چیزوں میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کیا تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے"۔

(الف۔ علامہ احمد بن علی قسطلانی، فتح الباری، مطبوعہ مصطفےٰ البابی، مصر، ج ۱، ص ۱۳۲)

(ب۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی، عمدۃ القاری، مطبوعہ احیاء التراث العربی، بیروت، ج ۱، ص ۲۹۰)

(ج۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری، مرقاۃ، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، ج ۱، ص ۲۵)

(د۔ علامہ سید محمود آلوسی، روح المعانی، ج ۲۱، ص ۱۰۰)

اس کا مفاد اس کے سوا کچھ نہیں کہ جس شخص نے ان پانچ چیزوں میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ حضور ﷺ کے واسطے سے کیا وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے، وگرنہ حضور ﷺ کے واسطے کے بغیر کی قید لگانے کا کوئی مطلب نہیں رہے گا۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ حضور ﷺ کو پانچ چیزوں کا علم بھی دیا گیا ہے اور آپ وقتِ قیامت کو بھی جانتے ہیں اور آپ کو روح کا بھی علم ہے مگر آپ کو اس کے پوشیدہ رکھنے کا حکم ہے"۔

(علامہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی: خصائص کبریٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، ج ۲، ص ۹۵)

علامہ عبدالباقی زرقانی مالکی فرماتے ہیں :

"اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو پانچ غیبوں کی چابیوں کے سوا دوسرے علوم عطا

فرمائے ہیں، اور کہا گیا ہے کہ ان کا علم بھی عطا کیا گیا ہے اور دوسروں کو بتلانے کا حکم نہیں ہے، جیسے کہ خصائص کبریٰ میں ہے"۔

(علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی، شرح مواہب لدنیہ مطبوعہ عامرہ، مصر، ج ۱، ۱۰)

علامہ محمد عبدالرؤف مناوی، جامع صغیر کی شرح فیض القدیر میں فرماتے ہیں :

"خَمْسٌ لَایَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰه ان پانچ چیزوں کو کوئی نہیں جانتا، یعنی ان کا احاطہ کوئی نہیں کر سکتا اور اس طرح کوئی نہیں جانتا کہ اس کا علم ایک ایک کلی اور ہر ہر جزی کا شامل اور محیط ہو، اور یہ اس کے منافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض خواص کو بہت سی غیب چیزوں یہاں تک کہ ان پانچ میں سے بعض پر مطلع کر دے، اس لئے کہ یہ چند جزئیات ہیں اور معتزلہ کا انکار دعویٰ بلا دلیل ہے اور محض سینہ زوری ہے"۔

(امام عبدالرؤف مناوی : فیض القدیر، مطبوعہ بیروت : ج ۳، ص ۲۵۸)

اپنے زمانے کے غوث سیدی عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"حضور ﷺ سے ان پانچ چیزوں کا علم کیسے مخفی رہ سکتا ہے جب کہ آپ کی اُمت کے اکابر اولیاء سے بھی ان کا علم پوشیدہ نہیں اور اس وقت تک اولیاءِ اُمت اس کائنات میں تصرف نہیں کر سکتے جب تک ان پانچ چیزوں کا علم انہیں حاصل نہ ہو"۔

(علامہ ابن المبارک سجلماسی : الابریز، مطبوعہ مصطفےٰ البابی، مصر، ص ۲۸۳)

امام احمد رضا قادری بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"کیا آیاتِ مذکورہ (۳۱۔۳۴) اس بات کی دلیل ہیں کہ امورِ خمسہ کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات میں منحصر ہے اور اسی کے ساتھ مخصوص ہے؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں!

"ان آیات کی دلالت تو مطلق اختصاص پر بھی نہیں ہے چہ جائیکہ یہ خصوصی اختصاص پر دلالت کرتی ہوں، آپ نے دیکھا نہیں کہ ان پانچ میں سے بعض میں تو کوئی چیز ایسی نہیں جو تخصیص پر دلالت کرتی ہو، اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ (وہ بارش برساتا ہے) اور فرماتا ہے: وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ (اور جو کچھ رحموں میں ہے وہ جانتا ہے) اور

ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ان امور کے محض مقامِ حمد میں وارد ہونے سے مطلقاً یہ لازم آتا ہے
کہ ان امور کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اللہ تعالیٰ نے وصفِ سمع، بصر اور علم سے اپنی
تعریف فرمائی ہے اور اپنے بندوں کے لئے بھی یہ اوصاف بیان کئے ہیں، چنانچہ فرمایا :

جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ

تمہارے فائدے کے لئے کان، آنکھیں اور دل پیدا فرمائے۔

ثانیاً اگر اختصاص پر دلالت تسلیم بھی کر لی جائے تو سوال یہ ہے کہ اس میں پانچ کی ایسی کون سی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے کی کوئی سبیل باقی نہ رہے"۔

(امام احمد رضا قادری : الدولۃ المکیہ : مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی، ص ۲۱۰)

بارش کا علم

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خصائص کبریٰ میں ایک باب قائم کیا ہے "باب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم عن السحابۃ التی مطرت بالیمن" حضور ﷺ نے یمن میں برسنے والے بادل کی خبر دی۔ (اس کے بعد فرمایا)

"امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ بارش ہوئی تو حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا بادل پر مقرر فرشتہ ابھی میرے پاس آیا، اس نے سلام کے بعد مجھے خبر دی کہ وہ یمن میں واقع صریح نامی وادی کی طرف بادل لے جا رہا ہے، اس کے بعد ایک سوار ہمارے پاس آیا، ہمارے دریافت کرنے پر اس نے بتلایا کہ اس روز ان کے ہاں بارش ہوئی تھی۔

امام بیہقی فرماتے ہیں اس کی تائید حضرت بکر بن عبداللہ مزنی کی روایت سے ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں نبی کریم ﷺ نے بتلایا کہ میرے پاس بادل کا فرشتہ فلاں شہر سے آیا جہاں فلاں دن بارش ہوئی تھی، حضور سرورِ عالم ﷺ نے اس فرشتہ سے دریافت فرمایا کہ ہمارے شہر میں کب بارش ہوگی؟ تو اس نے کہا: فلاں دن، حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس وقت کچھ منافق بھی موجود تھے انہوں نے یہ بات یاد رکھی، پھر انہوں نے اس واقعہ کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ واقعی اس شہر میں بارش ہوئی تھی تو وہ ایمان لے آئے، اور انہوں نے اس واقعہ کا ذکر نبی کریم

ﷺ کے پاس بھی کیا، آپ نے ان کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان میں مزید پختگی عطا فرمائے"۔

(علامہ عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی: خصائص کبریٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد: ج ۲، ص ۱۰۴)

علامہ آلوسی بغدادی فرماتے ہیں :

"امام قسطلانی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب بادلوں پر مقرر فرشتوں کو مختلف شہروں اور مقامات کی طرف بادل لے جانے کا حکم دیتا ہے تو ان فرشتوں کو علم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے بارش کا علم عطا فرمادیتا ہے"۔

(علامہ سید محمود آلوسی: تفسیر روح المعانی، مطبوعہ تہران: ج ۲۱، ص ۱۰۰)

اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کی بات کو حکایۃً بیان فرماتا ہے :

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَ فِیْهِ یَعْصِرُوْنَ (سورۃ یوسف: آیت ۴۷ تا ۴۹)

(اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ) سات برس تک تم لگاتار کھیتی کرتے رہو گے (اور پیداوار خوب ہوگی) تو جو کچھ کھیتی کاٹو اس کو اس کے خوشوں ہی میں رہنے دو (تاکہ خراب نہ ہو) مگر کھانے کی مقدار تھوڑا سا الگ کر لیا کرو، پھر اس کے بعد سات سال بڑے سخت مصیبت کے آئیں گے کہ وہ سب ذخیرہ کھا جائیں گے جو تم نے پہلے جمع کر رکھا ہوگا مگر تھوڑا سا جو تم بچا کر رکھو گے (وہی بچ رہے گا) پھر اس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا کہ لوگوں پر خوب بارش بھیجی جائے گی، لوگ اس میں (پھلوں اور دانوں سے رس اور تیل) نچوڑیں گے۔

غور کیجئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کیسے قحط پڑنے کے بعد خوشحالی و شادابی کی خبر دی، اور یہ سب اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کے ان کو بتلانے سے ہوا۔

مافی الارحام کا علم

(۱) ام فضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض

کیا: یارسول اللہ! میں نے آج رات عجیب خواب دیکھا ہے، آپ نے فرمایا! کیا خواب ہے؟ اُم فضل نے اپنا خواب بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تو نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے (اس کی تعبیر یہ ہے) کہ فاطمہ (حضور ﷺ کی لختِ جگر رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ہاں ان شاء اللہ تعالیٰ ایک لڑکے کی پیدائش ہوگی جو تیری گود میں آئے گا، (اُم فضل کہتی ہیں) پس ایسے ہی ہوا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے، اور حضور کے بیان کے مطابق وہ میری گود میں آئے۔ (امام بیہقی نے اسے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے)

(ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب: مشکوٰۃ المصابیح، مطبوعہ نور محمد، کراچی، ص ۵۷۲)

(۲) امام ابو نعیم (اپنی سند کے ساتھ) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اُم فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضور کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا: ''تمہارے پیٹ میں ایک لڑکا ہے، جب وہ پیدا ہو تو اسے میرے پاس لے کر آنا، آپ فرماتی ہیں کہ جب میرے ہاں وہ لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور اپنے دہن اقدس کے لعاب سے اسے گھٹی عطا فرمائی اور اس کا نام عبداللہ رکھا، اور فرمایا! خلفاء کے باپ کو لے جا، فرماتی ہیں کہ میں نے یہ بات حضرت عباس کو بتلائی تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس آئے اور اس بات کا ذکر کیا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اُم فضل نے جو تمہیں خبر دی ہے وہ حقیقت ہے، یہ خلفاء کا باپ ہے، ان میں سے سفاح ہوگا اور ان میں سے مہدی ہوگا اور ان میں سے وہ ہوگا جو عیسیٰ ابن مریم کو نماز پڑھائے گا''۔

(علامہ احمد بن محمد قسطلانی: مواہب لدنیہ مع شرح، مقصد ثامن، ج ۷، ص ۳۵۴)

(۳) امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں وہ فرماتی ہیں کہ انہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''آج وہ وارثوں کا مال ہے اور وہ (وارث) تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں، تم یہ مال قرآن کریم کے مطابق تقسیم کر لینا'' حضرت اُم المومنین عائشہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا: ابا جان! اللہ کی قسم: اگر وہ مال اتنا اتنا ہوتا تو میں اسے بھی چھوڑ دیتی، میری ایک ہمشیر تو اسماء ہے دوسری میری ہمشیر کون سی ہے؟ فرمایا! خارجہ (حضرت ابو بکر صدیق کی اہلیہ محترمہ) کی بیٹی، کیونکہ میرا خیال ہے کہ خارجہ کے شکم میں لڑکی ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ لڑکی پیدا ہوئی۔

(امام محمد بن حسن شیبانی: موطا امام محمد، مطبوعہ نور محمد، کراچی: ۳۳۹۔۳۵۰)

(۴) امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت حذیفہ بن اسید سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نطفہ رحم میں چالیس یا پینتالیس دن قرار پاتا ہے تو اس کے بعد فرشتہ اس کے پاس جاتا ہے اور عرض کرتا ہے: اے رب! یہ بچہ بد بخت ہے یا نیک بخت؟ حکم کے مطابق لکھ دیتا ہے، پھر عرض کرتا ہے: اے رب کیا یہ نر ہے یا مادہ؟ یہ بھی لکھ دیتا ہے، پھر اس کا عمل، اثر، عمر اور رزق لکھتا ہے، پھر صحیفے لپیٹ دیے جاتے ہیں اور اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

(امام مسلم بن حجاج قشیری: صحیح مسلم، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی: ج ۲، ص ۳۳۳)

یہ تمام علم اللہ تعالیٰ کے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور رحموں پر مقرر فرشتے کو اطلاع دینے سے ہوتا ہے اور جدید طب تو آج کے دور میں اتنی ترقی کر چکی ہے کہ ماہرینِ طب جدید آلات کے ذریعے یہاں تک معلوم کر لیتے ہیں کہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی، پھر یہی نہیں بلکہ بچے کے سلیم الخلقت ہونے اور اس کے تمام نقوش اور اعضاء کے بارے میں معلومات حاصل کر لیتے ہیں، برطانیہ کی لیڈی ڈیانا کی مثال سب کے سامنے ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر اپنے خاص بندوں کو اطلاع دے دے کہ عورت کے رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی، تو اسے آج کے دور میں محال کہنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

اس بات کا علم کہ کل کیا ہوگا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقبل سے متعلق بہت سی چیزوں کے بارے میں خبر دی، جو تفصیل کے ساتھ دیکھنا چاہے اسے الشفاء، مواہب لدنیہ اور دوسری سیرت طیبہ کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے، اس جگہ ہم صرف چند باتوں کا تذکرہ کرنے پر اکتفاء کریں گے جن کا تعلق مستقبل کی خبروں سے ہے:

(۱) امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر ہاتھ رکھ کر فرمایا! یہاں فلاں کافر مرے گا اور یہاں فلاں، جس جس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نشان دہی فرمائی تھی کوئی کافر اس سے اِدھر اُدھر نہیں گرا۔

(امام مسلم بن حجاج قشیری: صحیح مسلم، مکتبہ رشیدیہ دہلی: ج ۲، ص ۱۰۲)

دیکھیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقبل میں واقع ہونے والے واقعات کی کیسی سچی خبر دی اور اسی طرح ہوا جیسے آپ نے

اطلاع دی۔

امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :

''اس حدیث میں دو معجزے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضور ﷺ نے سردارانِ کفار کے جس جگہ گرنے کی خبر دی اس سے ذرا اِدھر اُدھر متجاوز نہیں ہوئے''۔

(امام یحیٰی بن شرف النووی: شرح مسلم، ج ۲، ص ۱۰۲)

(۲) امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت سلمہ بن الاکوع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ خیبر میں آشوب چشم کی وجہ سے حضور ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے، دل میں خیال آیا کہ میں حضور ﷺ سے پیچھے رہ جاؤں گا، چنانچہ وہ نکلے اور نبی کریم سے جا ملے، پس جب وہ رات آئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے خیبر کی فتح عطا فرمائی، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا یا جھنڈا وہ شخص پکڑے گا (راوی کو شک ہے) جس سے اللہ تعالیٰ اور اللہ کا رسول محبت کرتے ہیں، یا فرمایا کہ وہ اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عنایت فرمائے گا، پس اچانک ہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا، حالانکہ اُن کے آنے کی ہمیں اُمید نہ تھی، لوگوں نے کہا: یہ رہے علی، پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو جھنڈا عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ سے فتح نصیب فرمائی۔

(امام مسلم بن حجاج قشیری: صحیح مسلم: ج ۲، ص ۲۷۹)

(۳) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ ابو طفیل عامر بن واثلہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تبوک کے سال نکلے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! تم ان شاء اللہ کل تبوک کے چشمے پر پہنچو گے، اور تم اس چشمہ کے پاس چاشت کے وقت ہی آؤ گے، تو جو بھی آئے وہ اس چشمہ کے پانی کو میرے آنے سے پہلے ہاتھ نہ لگائے۔

(امام احمد بن حنبل: مسند احمد: ج ۵: ص ۲۳۷)

(۴) حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :

اَرَانَا الْهُدٰى بَعْدَ الْعَمٰى فَقُلُوْبُنَا
بِهٖ مُوْقِنَاتٌ اَنَّ مَا قَالَ وَاقِعُ

حضور نے ہمیں ایسے میں راہ منزل دکھائی جب ہم اندھوں کی طرح بھٹکتے پھر رہے تھے، پس ہمارے قلوب نبی اکرم ﷺ پر یقین رکھتے ہیں کہ آپ نے جو کچھ فرمایا وہ ضرور واقع ہو کر رہے گا۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری: صحیح بخاری: مطبوعہ مجتبائی، دہلی: ج۱: ص ۱۵۵)

حضرت عبداللہ بن رواحہ کے اس کلام کی شرح کرتے ہوئے علامہ قسطلانی شارح بخاری فرماتے ہیں:

''ہمارے دل حضور ﷺ پر یقین رکھتے ہیں کہ آپ نے جو بھی غیب کی خبریں دی ہیں وہ یقیناً واقع ہوں گی''۔

(امام احمد بن محمد قسطلانی: ارشاد الساری شرح بخاری: مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت: ج۲: ص ۳۳۰)

جب عبدالرحمٰن بن رواحہ نے یہ اشعار حضور ﷺ کی بارگاہ میں پڑھے جن میں ایک شعر اس جگہ بیان کیا گیا ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''تمہارا بھائی کوئی باطل اور فحش بات نہیں کہہ رہا''۔

(علامہ محمود احمد عینی: عمدۃ القاری شرح بخاری: ج۷: ص ۲۱۴)

حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کے اس قول کی تصدیق فرمائی کہ نبی کریم ﷺ نے جو غیب کی باتیں بتلائی ہیں وہ لامحالہ واقع ہو کر رہیں گی، اور یہ کل اور مستقبل کی خبریں ہیں۔

(۵) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

نَبِیٌّ یَّرٰی مَا لَا یَرٰی النَّاسُ حَوْلَہٗ
وَیَتْلُوْ کِتَابَ اللّٰہِ فِیْ کُلِّ مَشْھَدٖ
فَاِنْ قَالَ فِیْ یَوْمٍ مَّقَالَۃَ غَائِبٍ
فَتَصْدِیْقُھَا فِیْ ضَحْوَۃِ الْیَوْمِ اَوْغَدٖ

(علامہ احمد بن محمد قسطلانی: مواہب لدنیہ شرح زرقانی، مقصد ثامن: ج۷: ص ۲۳۰)

''نبی کریم ﷺ اپنے اردگرد وہ کچھ (ملائکہ وغیرہ) دیکھتے ہیں جو دوسرے نہیں دیکھتے، اور وہ ہر مقام پر کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں، اگر آپ کسی دن غائب کی بات کہہ دیں تو اس کی

تصدیق اسی دن چاشت کے وقت ہو جاتی ہے"۔

جائے موت کا علم

(۱) اس سے پہلے امام مسلم کی روایت گزر چکی کہ نبی کریم ﷺ نے مشرکین کے بارے میں خبر دے دی تھی کہ اس جگہ فلاں کافر گرے گا، اور آپ نے زمین پر ہاتھ مبارک رکھ کر نشان دہی فرمائی کہ اس جگہ فلاں اور اس جگہ فلاں مرے گا۔

(امام مسلم بن حجاج قشیری: صحیح مسلم : ج ۲ : ص ۱۰۲)

(۲) نبی کریم ﷺ نے انصار سے فرمایا :

وَالْمَحْيَا مَحْيَاكُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ (امام مسلم بن حجاج قشیری: صحیح مسلم : ج ۲ : ص ۱۰۳)

میری زندگی اور موت تمہارے پاس ہوگی۔

اور اس حدیث میں تو بالکل صراحت ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم تھا کہ آپ ﷺ کا مزار پر انوار مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفا) میں ہوگا۔

امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"یعنی میں زندگی بھی تمہارے پاس گزاروں گا اور میرا وصال بھی تمہارے پاس ہوگا اور یہ بھی حضور کے معجزات میں سے ہے"۔

(امام یحییٰ بن شرف نووی : شرح مسلم : ج ۲ : ص ۱۰۳)

(۳) علامہ قسطلانی فرماتے ہیں :

"حضور ﷺ کے علوم غیب میں ایک یہ واقعہ بھی ہے کہ آپ نے بتلا دیا تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ "طف" میں شہید ہوں گے اور اپنے ہاتھ مبارک سے مٹی نکال کر بتلایا کہ اس زمین میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری آرامگاہ ہوگی۔

اس حدیث کو بغوی نے کبیر، حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد نے اپنی معجم میں انس بن مالک کی حدیث سے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ بارش پر مقرر فرشتے نے اپنے رب کریم سے نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لئے

اجازت مانگی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت دے دی، حضور اس دن اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں تشریف رکھتے تھے، نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے اُم سلمہ! دروازے کا دھیان رکھنا ہمارے پاس کوئی داخل نہ ہو، پس اُم سلمہ دروازے پر ہی تھیں کہ اچانک امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آئے اور بلا روک ٹوک سیدھے اندر داخل ہو گئے اور حضور کے پاس پہنچ گئے، نبی اکرم ﷺ امام حسین کو پیار سے چومنے لگے، تو فرشتے نے کہا آپ انہیں محبوب رکھتے ہیں؟ حضور نے فرمایا: ہاں، فرشتے نے کہا کہ بے شک آپ کی اُمت ان کو شہید کرے گی اور آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ بھی دکھا دوں جہاں امام حسین شہید کیے جائیں گے، چنانچہ فرشتے نے آپ کو وہ جگہ دکھائی اور وہاں سے ریت یا سرخ رنگ کی خاک بھی لایا جسے اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لے کر کپڑے میں باندھ کر رکھ لیا، حضرت ثابت کہتے ہیں کہ ہم اس جگہ کو کربلا کہتے تھے"۔

(علامہ احمد بن محمد قسطلانی : مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی: ج ۷: ص ۲۵۰)

اسے امام حافظ ابو حاتم محمد بن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ علامہ زرقانی آپ کے قول "اِسْتَاذَنَ مَلِكُ الْقَطْرِ" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"ملک القطر سے مراد اسرافیل علیہ السلام ہیں جو کہ بارش اور نباتات پر مقرر ہیں جیسے کہ امام بیہقی وغیرہ کے نزدیک عبدالرحمٰن بن سابط سے اور امام احمد اور ابن سعد کے نزدیک حضرت علی سے اور طبرانی کے نزدیک حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ثابت ہے کہ اس سے مراد اسرافیل علیہ اسلام ہیں"۔

(علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی: شرح مواہب لدنیہ: ج ۷: ۲۵۰)

(۴) امام احمد بن حنبل حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن کی طرف بھیجا تو حضور سرور عالم خود حضرت معاذ کے ساتھ باہر نکلے اور جب آپ حضرت معاذ کو وصیت وغیرہ کر کے فارغ ہوئے تو فرمایا !

"اے معاذ! اس سال کے بعد شاید تمہاری ہم سے ملاقات نہ ہو سکے، اور ہو سکتا ہے کہ تمہارا گزر ہماری مسجد اور ہماری قبر کے پاس سے ہو"۔

(امام احمد بن حنبل: مسند امام احمد: مطبوعہ بیروت: ج ۵ : ص ۲۳۵)

اس حدیث پاک میں تصریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرانور مسجد نبوی کے پاس مدینہ منورہ میں ہوگی (اور آپ کو اپنے وصال کا بھی علم تھا)۔

(۵) امام بخاری نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب جنگ اُحد کا واقعہ پیش آیا تو میرے والد گرامی نے مجھے رات کو بلایا اور فرمایا :

"مجھے تو یہی دکھائی دیتا ہے کہ حضور کے صحابہ کرام میں سے سب سے پہلے شہید ہوں گا اور میں اپنے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اپنے پسماندگان میں تم سے زیادہ عزیز کوئی نہیں چھوڑ کر جارہا، میرے ذمہ کچھ قرض ہے وہ ادا کر دینا اور اپنی ہمشیرگان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا"۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ "جب ہم نے صبح کی تو وہی سب سے پہلے شہید تھے"۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری : صحیح بخاری : مطبوعہ مجتبائی: ج ۱، ص ۱۸۰)

غور فرمایئے کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح کل کے واقعہ اور اپنی شہادت گاہ کی خبر دی، اور پھر اسی طرح ہوا جیسے انہوں نے خبر دی تھی۔

روح کا علم

جس طرح قیامت کے بارے میں گزرا کہ اس میں اختلاف ہے، اسی طرح یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے، اور ایک بڑی جماعت نے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا بھی علم حاصل ہے۔

(۱) امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں :

"اور تیسری بات یہ ہے کہ عام فلاسفہ اور متکلمین بھی مسئلہ روح کو جانتے ہیں، پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمائیں کہ میں روح کو نہیں جانتا، تو یہ آپ کی شان کے خلاف ہے اور لوگوں کو آپ سے دُور کرنے کا باعث ہے، بلکہ رُوح کے مسئلہ سے لاعلمی تو ایک عام انسان کے لئے بھی حقارت کا سبب ہے، تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام علماء سے بڑھ کر عالم اور تمام فضلاء سے بڑھ کر فاضل ہیں، انہیں مسئلہ روح کا علم نہ ہو۔

اور چوتھی بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ رحمان نے قرآن کا علم دیا،

نیز فرمایا وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا اور آپ کو ان چیزوں کا علم عطا کیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر عظیم فضل ہے، اور فرمایا کہ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اے میرے رب! مجھے زیادہ علم عطا فرما۔ اور قرآن کی صفت میں فرمایا کہ ہر خشک و تر چیز کا علم قرآن پاک میں ہے وَلَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ، پس جس ذات اقدس کا یہ حال اور یہ شان ہو اُن کے بارے میں کیسے خیال کیا جاسکتا ہے کہ انہیں روح کا علم نہ ہو"۔

(امام محمد بن عمر رازی، تفسیر کبیر : مطبوعہ المطبعۃ البہیہ، مصر: ج ۲۱، ص ۳۷)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"اور رہی وہ رُوح جو اصل ہے، جس کے فساد سے بدن فاسد ہو جاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے، (یہاں تک کہا کہ) اس لئے عقل سے روح کا علم نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کا علم ایک نور سے حاصل ہوگا، جو نور، عقل سے اعلیٰ اور اشرف ہے، یہ نور صرف عالمِ نبوت وولایت میں درخشاں ہوتا ہے اور اس نور کی نسبت عقل کے ساتھ ایسی ہے جیسی عقل کی نسبت وہم اور خیال کے ساتھ"۔

(امام محمد غزالی: احیاء العلوم : مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت: ج ۳، ص ۱۱۵)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :

"میں کہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اس سے بلند و بالا ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو، اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور اس کی تمام مخلوق کے سردار ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر آپ پر احسان جتلایا ہے کہ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔

اکثر علماء نے بیان کیا ہے کہ قرآن کریم کی کسی آیت میں اس امر پر دلیل نہیں ہے کہ رُوح کا علم حاصل ہی نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی قرآن کریم کی کسی آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رُوح کا علم نہیں ہے"۔

(علامہ بدرالدین محمود بن احمد العینی: عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری: مطبوعہ احیاء التراث العربی، بیروت: ج ۲، ص ۲۰۱)

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اس حال میں وصال فرما گئے کہ آپ رُوح کو نہیں جانتے تھے، غالباً حضرت عبداللہ کا خیال تھا کہ رُوح کا علم ناممکن ہے، ورنہ جس چیز کا علم ممکن تھا وصال سے پہلے حضور ﷺ کو اس کا علم حاصل ہو گیا تھا، جیسا کہ اس بات پر امام احمد اور ترمذی کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے جسے امام بخاری نے بھی صحیح کہا ہے، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں رات کو اُٹھا اور میں نے جتنی اللہ تعالیٰ کو منظور تھی نماز پڑھی، پس نماز میں مجھے اُونگھ آ گئی یہاں تک کہ میں نے بہت گرانی محسوس کی، پس اچانک دیکھتا ہوں کہ میں بہترین صورت میں اپنے رب کے پاس ہوں (یہاں تک کہ) پس میں نے اپنے رب کریم کو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ رحمت میرے کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی اور میرے لئے ہر چیز روشن اور منکشف ہو گئی اور میں نے اسے جان لیا“۔

(علامہ سید محمود آلوسی: تفسیر روح المعانی: مطبوعہ تہران: ج ۱۵: ص ۱۳۲)

مسئلہ علم غیب میں ائمہ کے ارشادات

امام علامہ قاضی عیاض مالکی اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :

”کہا گیا ہے کہ نبی اور رسول میں ایک لحاظ سے فرق ہے اس لئے کہ ان دونوں کا وصفِ نبوت میں اجتماع ہے جس کا معنیٰ غیب پر مطلع ہونا ہے“۔

(امام قاضی عیاض بن موسیٰ یحصبی: الشفاء: فاروقی کتب خانہ، ملتان: ج ۱: ص ۱۶۱)

نیز فرماتے ہیں :

”اور حضور ﷺ کے کمالات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ یعنی ماضی اور مستقبل کے غیبوں پر مطلع ہیں، اور اس باب میں اتنی کثیر احادیث وارد ہیں کہ ایک سمندر ہے کہ جس کی گہرائی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، اور یہ بھی آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے، جو قطعی طور پر معلوم ہے اور ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچا ہے، کیونکہ اس کے راوی کثیر ہیں، اور یہ احادیث معنوی طور پر اطلاع علی الغیب پر متفق ہیں“۔

(امام قاضی عیاض بن موسیٰ یحصبی: الشفاء: فاروقی کتب خانہ، ملتان: ج ۱: ص ۲۲۱)

امام غزالی علیہ الرحمہ نبوت کے خصائص بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''اور نبوت کی چوتھی صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ (نبی) نیند یا بیداری کے عالم میں غیب کے ما یکون (آئندہ کے واقعات وحوادث) کا ادراک کرلیتا ہے، کیونکہ اس صفت کے ساتھ وہ لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے اور لوح میں جو امورِ غیبیہ ہیں ان کو دیکھ لیتا ہے''۔

نیز لکھتے ہیں :

''اور جب باطن صاف ہو تو دل کی آنکھ میں مستقبل میں ہونے والے امور منکشف ہوجاتے ہیں جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے دخولِ مکہ کا معاملہ خواب میں منکشف ہوگیا، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ''۔

(امام محمد بن محمد غزالی: احیاء علوم الدین: مطبوعہ دارالمعرفۃ، بیروت: ج ۴: ص ۱۹۴)

محی السنۃ علامہ بغوی، ابن کیسان کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے فرمان خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

> ''اس آیت میں انسان سے مراد حضور ﷺ ہیں اور بیان سے مراد ما کان وما یکون (یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا) کا بیان ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ما کان وما یکون کا علم عطا فرمایا ہے) کیونکہ حضور ﷺ نے تمام اولین وآخرین اور قیامت کے دن تک کی خبریں بیان فرمائی ہیں''۔

(الف۔ علامہ الحسین الفراء بغوی: معالم التنزیل: مطبعۃ التقدم العلمیہ، مصر، ج ۷، ص ۲)
(ب۔ علامہ علی بن محمد بغدادی المعروف بالخازن: لباب التاویل فی معانی التنزیل، ج ۷، ص ۲)

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں :

''حضور ﷺ کے علمِ غیب کا معاملہ صحابۂ کرام یہاں تک کہ منافقوں اور کافروں کے درمیان بھی اس قدر مشہور اور عام تھا کہ باہم کوئی بات کرتے ہوئے ڈرتے تھے اور ایک دوسرے سے کہتے تھے، چپ رہو، اللہ کی قسم! اگر اور کوئی حضور کے پاس مخبری کرنے والا نہ بھی ہوا تو وادیٔ بطحا کے یہ سنگریزے ہی ہماری باتیں حضور سے کہہ دیں گے''۔ (امام احمد بن محمد قسطلانی: مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی: ج ۷، ص ۲۲۹)

علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

"علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول حضور ﷺ کے غیب پر مطلع ہونے پر اخبار متواتر ہیں اور ان کے معانی اس امر پر متفق ہیں"۔

(علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی: شرح زرقانی علی المواہب: ج ۷، ص ۲۲۸)

امام ابن الحاج مکی کا بیان ہے:

"حضور ﷺ کی ظاہری زندگی اور وفات اس معاملے میں برابر ہے کہ آپ بدستور اپنی اُمت کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور ان کی نیتوں، ارادوں، خیالوں اور حالوں کو جانتے ہیں، اور یہ سب کچھ آپ کے پاس اُجالے میں ہے، کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے"۔

(الف، امام ابن الحاج مکی: المدخل: دار الکتاب العربی، بیروت: ج ۱، ص ۲۵۲)

(ب، امام احمد بن محمد قسطلانی: المواہب اللدنیہ مع شرح: ج ۸، ص ۳۳۹)

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے فرمان اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی اَن گنت اَنواع ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا، لیکن انہیں ترتیب وار اجناس میں منحصر کیا جاسکتا ہے (یہاں تک کہ فرمایا) ہدایت کی چوتھی قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قلوب پر وحی یا الہام اور سچے خوابوں کے ذریعے اسرار کو منکشف فرما دیتا ہے اور اشیاء کی واقعی حقیقتوں کا ان کو مشاہدہ کرا دیتا ہے، اور یہ قسم صرف نبیوں اور ولیوں کے ساتھ خاص ہے، اسے فقط وہی حاصل کر سکتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ" سے یہی مراد ہے"۔

(علامہ عبد اللہ بن عمر بیضاوی: تفسیر بیضاوی: مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند: ص ۹-۱۰)

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ کو ایک ایسی صفت حاصل ہے کہ جس کے ذریعے آپ مایکون کے غیب کا ادراک کر لیتے ہیں، اور اسی صفت سے لوحِ محفوظ میں جو امور ہیں ان کا مطالعہ کرتے ہیں جس طرح ایک صفت کے ذریعے دانا آدمی بیوقوف سے ممتاز ہوتا ہے، پس یہ صفاتِ کاملہ ہیں جو حضور ﷺ کے لئے ثابت ہیں"۔

(امام احمد بن علی بن محمد عسقلانی: فتح الباری: مطبوعہ مصطفےٰ البابی، مصر: ج ۱۶، ص ۲۱)

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں :

"جب پاکیزہ روح منور ہو جاتی ہے اور عالم محسوسات کی تاریکیوں سے اعراض کی وجہ سے اس کی نورانیت اور روشنی بڑھتی ہے، اور اسی طرح جب دل کا آئینہ طبعی کدورتوں کے زنگ سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے، علم و عمل پر ثابت قدمی اور انوار الٰہیہ کے پیہم فیضان کے سبب یہ نور قوی و مستحکم ہو جاتا ہے، اور دل کی فضاؤں میں انبساط و کشادگی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، تو اس وقت لوح محفوظ میں لکھے ہوئے نقوش دل میں منعکس ہونا شروع ہو جاتے ہیں، اور انسان مغیبات پر مطلع ہو جاتا ہے اور عالم اسفل کے اجسام میں تصرف کرنے لگتا ہے بلکہ جب خود فیاض اقدس جل مجدہٗ اس پر جلوہ فرماتا ہے جو سب سے اعلیٰ و اشرف عطیہ ہے، تو دوسری چیزیں کیسے منکشف نہ ہوں گی"۔

(علامہ علی بن سلطان محمد القاری: مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان: ج ۱: ص ۲۲)

حضرت ملا علی قاری حضور ﷺ کی حدیث پاک فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی شرح میں لکھتے ہیں :

"علامہ ابن حجر نے فرمایا حضور ﷺ تمام کائنات کو جو آسمانوں میں ہے بلکہ آسمانوں کے اوپر بھی ہے جانتے ہیں، جیسے کہ واقعۂ معراج سے ثابت ہوتا ہے، اور اسی طرح زمین کہ جس سے مراد جنس ہے یعنی ساتوں زمینوں میں جو کچھ ہے حضور کو ان سب کا علم ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کے اس ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے بیل اور مچھلی کے بارے میں بتلایا کہ تمام زمینیں ان دونوں کے اوپر ہیں"۔

(علامہ علی بن سلطان محمد القاری: مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان: ج ۲: ص ۲۱۰)

حضرت محقق علی قاری، علامہ بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے قصیدہ بردہ شریف کے اس مصرع : وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ میں لکھتے ہیں :

"لوح اور قلم کا علم حضور ﷺ کے علم کی سطور میں سے ایک سطر اور حضور ﷺ کے علم کے سمندروں میں سے ایک دریا ہے"۔

(علامہ علی بن سلطان محمد القاری: الزبدۃ العمدۃ: مطبوعہ سندھ (پاکستان): ص ۱۱۷)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضور ﷺ کے قول فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ :

"اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کو تمام کلی اور جزی علوم حاصل ہیں اور آپ نے ان کا احاطہ کیا ہے"۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات (فارسی)، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر: ج ۱، ص ۳۳۳)

علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ :

"قیامت کا معاملہ مذکورہ امور میں سب سے زیادہ مخفی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے جو اپنے نبی مکرم ﷺ کو قیامت کے وقت پر مطلع فرمایا ہے تو اس میں انتہائی اجمال ہے، اگر چہ دوسروں کی نسبت سے حضور ﷺ کا علم اتم اور اکمل ہے، اور رہا حضور ﷺ کا یہ فرمان "بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ" کہ میں اس حال میں مبعوث ہوا ہوں کہ میں قیامت (دو انگلیوں کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے) اس طرح قریب قریب ہیں، تو اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو وقتِ قیامت کا اجمالی علم ہے، اور میں نہیں سمجھتا کہ خواص ملائکہ کو وقتِ قیامت کا علم حضور ﷺ سے زیادہ ہو، اور میری اس بات کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے جسے حمیدی نے اپنی نوادر میں امام شعبی سے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے قیامت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اپنے پروں کو حرکت دے کر کہا کہ "جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ سائل سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ اس بارے میں دونوں کا علم برابر ہے، یعنی وقوع قیامت کے وقت کا کامل علم صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسروں کو اس نے اجمالی علم عطا فرمایا ہے جیسے کہ قیامت کی علامتوں کے بیان کرنے سے پتا چلتا ہے۔ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو وقوع قیامت کے وقت پر کامل طور پر مطلع کر دیا گیا ہو، مگر اس طریق پر نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے مماثل ہو، تاہم اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کے پیشِ نظر حضور ﷺ پر اس کا مخفی رکھنا واجب کر دیا ہو، اور یہ علم حضور ﷺ کے خواص میں سے ہو، تاہم مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل نہیں مل سکی"۔

(علامہ سید محمود آلوسی: تفسیر روح المعانی، مطبوعہ تہران: ج ۲۱، ص ۱۰۰)

قاضی شوکانی :

یاد رہے کہ قاضی شوکانی کی شخصیت وہ ہے جس پر برصغیر پاک و ہند کے تمام غیر مقلدوں کا اعتماد اور سہارا ہے، قاضی موصوف اللہ تعالیٰ کے فرمان "فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا" کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

"اگر یہ کہا جائے کہ جب دلیل قرآنی سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب کے جتنے علم پر

چاہا مسلط فرمایا ہے، تو کیا رسول کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اس علمِ غیب میں سے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر ظاہر فرمایا ہے اپنی اُمت کے بعض افراد کو بتلا دے؟ تو میں کہتا ہوں ہاں! اور اس میں کوئی رکاوٹ نہیں، اور یہ چیز رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، جیسا کہ سنت مطہرہ کے عالم پر پوشیدہ نہیں ہے، (پھر اس کے بعد قاضی شوکانی نے ایسی متعدد احادیث کا ذکر کیا جن میں یہ بیان ہے کہ حضور ﷺ نے امور غیبیہ کی خبریں دی ہیں، پھر لکھتے ہیں کہ) جب یہ ثابت ہو گیا تو اس بات سے کوئی مانع اور رکاوٹ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اُمت کے بعض نیک بندوں کو غیب کی ایسی خبروں کے لئے خاص فرمالے جو اس نے اپنے رسول مکرم پر ظاہر فرمائی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے رسول نے بھی بعض افرادِ اُمت ظاہر کی ہیں اور اُنہوں نے دوسروں کو بتلائی ہیں، پس صالحین کی کرامات اسی قبیل سے ہیں، اور یہ تمام جناب رسالت کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ ہی کا فیضان ہے"۔

(محمد بن علی شوکانی: فتح القدیر: مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت: ج۵: ص۳۱۲)

علم غیب کے بارے میں دیوبندیوں کا عقیدہ

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

"ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے ہیں کہ سیّدنا رسول اللہ ﷺ کو تمامی مخلوقات سے زیادہ وہ علوم عطا ہوئے ہیں جن کا ذات وصفات اور تشریعات یعنی احکامِ عملیہ وحکم نظریہ اور حقیقت ہائے حقہ اور اسرارِ مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے جن تک مخلوق میں سے کوئی بھی نہیں پہنچ سکا، نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول۔ اور بے شک آپ کو اولین وآخرین کا علم عطا ہوا اور آپ پر حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کو زمانہ کی ہر آن میں حادث وواقع ہونے والے واقعات میں سے ہر ہر جزئی کی اطلاع اور علم ہو"۔

پھر چند سطور کے بعد لکھتے ہیں:

"ہاں کسی جزئی حادثۂ حقیر کا حضرت کو اس لئے معلوم نہ ہونا کہ آپ نے اس کی جانب توجہ نہیں فرمائی آپ کے اعلم ہونے میں کسی قسم کا نقصان پیدا نہیں کرسکتا جب کہ ثابت ہو چکا

کہ آپ ان شریف علوم میں جو آپ کے منصب اعلیٰ کے مناسب ہیں ساری مخلوق سے بڑھے ہوئے ہیں''۔

(خلیل احمد انبیٹھوی: المہند: کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، ص ۲۴_۲۵)

ع حقیقت خود کو منوالیتی ہے مانی نہیں جاتی

دیکھئے! مولوی صاحب موصوف بھی واشگاف الفاظ میں اعتراف کر گئے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کا علم شریف اگلی پچھلی تمام مخلوق سے بڑھ کر ہے، اور آپ (ﷺ) حقائق حقہ، اسرار مخفیہ (غیبیہ) کے عالم ہیں، اور بعض چھوٹے موٹے قسم کے واقعات اور حوادث کا علم نہ ہونا صرف عدم التفات کی وجہ سے ہوتا ہے، اس سے آپ کے اعلم ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

نوٹ: یاد رہے کہ یہ کتاب ''المھند'' وہ ہے جس پر دیوبند کے تمام بڑوں کا ایکا ہے، یعنی اس کتاب پر تمام اکابر علماء دیوبند کا اتفاق ہے اور یہ بیس سے زیادہ دیوبندی علماء کی تصدیقات سے آراستہ ہے، جن میں سے بعض یہ ہیں: مولوی محمود حسن، اشرف علی تھانوی اور مفتی کفایت اللہ وغیرہ۔

استدراک (ایک وہم کا ازالہ)

یہ تو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ رسولوں اور خصوصاً سیّد الانبیاء والمرسلین حضور خاتم النبیین ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا ہے جیسے کہ ابھی ہم نے ذکر کیا ہے کہ اس پر قرآن کریم کی بہت سی آیات، احادیث مبارکہ اور اقوالِ سلف دلالت کرتے ہیں، لیکن دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے غیر سے علم غیب کی نفی فرمائی، جیسے ان آیاتِ طیبات سے ظاہر ہوتا ہے جو ابھی ہم آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

مثلاً اللہ جل شانہٗ نے فرمایا:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ (سورۃ نمل: آیت ۶۵)

ترجمہ: تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ۔

وَلِلّٰہِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ (سورۃ ھود: آیت ۱۲۳)

ترجمہ: اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کے غیب اور اسی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔

وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ (سورۃ الانعام: آیت ۵۹)

ترجمہ۔ اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی، انہیں وہی جانتا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

احادیث

حدیث جبرئیل علیہ السلام میں ہے :

وقوع قیامت کا علم ان پانچ غیب کی چیزوں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے)۔

(امام مسلم بن حجاج قشیری: صحیح مسلم، مطبوعہ دہلی: ج ۱، ص ۲۹)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں :

اور جو شخص یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کل ہونے والے امور کی خبر دیتے تھے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ فرمادیجئے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ غیب ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی نہیں جانتا۔

(امام مسلم بن حجاج قشیری: صحیح مسلم، مطبوعہ دہلی: ج ۱، ص ۹۸)

کسی مومن کی یہ مجال نہیں کہ وہ علم غیب کے اثبات اور نفی کی آیات میں سے کسی کا بھی انکار کرے، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم (اہل سنت وجماعت) تمام آیات پر ایمان رکھتے ہیں اور ان (نفی و اثبات کی) آیات کے درمیان حقیقت میں کوئی تناقض اور منافات نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام تناقض سے بری اور پاک ہے، اللہ جل مجدہٗ فرماتا ہے :

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (سورۃ النساء: آیت ۸۲)

(اور اگر وہ قرآن اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے)

مسئلہ علم غیب کے دلائل میں جو بظاہر منافات اور تناقض نظر آتا ہے اس کو دور کرنے کے لئے علامہ سیّد یوسف ہاشم رفاعی، جو علمائے کویت سے ہیں، فرماتے ہیں :

دیکھئے! ہمارے رب تبارک وتعالیٰ نے ایک طرف تو دوٹوک الفاظ میں مخلوق سے علم غیب کی نفی فرمادی ہے، ارشاد ہے: لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ (اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں میں سے کوئی غیب نہیں جانتا) اور دوسری آیت میں اپنے برگزیدہ پیغمبروں کے لئے علم غیب ثابت کیا ہے، جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (مگر اپنے پسندیدہ رسول کو) یہ تمام آیات برحق ہیں اور ان سب پر ایمان لانا واجب ہے، اور جو شخص علم غیب کی نفی اور اثبات پر مشتمل ان دوقسم کی آیات میں سے کسی آیت کا بھی انکار کرے وہ قرآن کریم کا منکر ہے، لہذا جو مطلقاً نفی کرتا ہے اور کسی طریق سے بھی علم غیب کو نہیں مانتا وہ آیات اثبات کا منکر ہے اور جو مطلقاً ثابت کرتا ہے اور کسی وجہ سے بھی نفی نہیں کرتا وہ آیات نفی کا منکر ہے، اور مومن وہ ہے جو تمام آیتوں پر ایمان رکھتا ہے اور تفریق کی روش نہیں اپناتا کہ بعض کو مانے اور بعض کو نہ مانے۔

(سید یوسف ہاشم رفاعی: ادلۃ اہل السنۃ والجماعۃ: مطبوعہ کویت ۱۹۸۴ء، ص ۳۰۔۳۱)

علامہ ابن حجر مکی یوں رقمطراز ہیں:

''اور ہم نے اس آیت کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے تو علامہ نووی نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصریح فرمائی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تمام معلومات کا احاطہ کرنا اور غیب کو مستقل اور از خود ذاتی طور پر جاننا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے ثابت نہیں ہے (مطلب یہ ہے کہ ایسا علم جو تمام معلومات کا احاطہ کرے اور بذاتِ خود مستقل طور پر ہو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے ثابت نہیں ہے) اور رہے معجزات اور کرامات، تو وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے حاصل ہوتے ہیں''۔

(علامہ احمد بن حجر مکی: فتاویٰ حدیثیہ: مطبوعہ مصطفیٰ البابی، مصر، ص ۲۲۸)

نیز فرماتے ہیں کہ:

''یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس قول مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ کے منافی نہیں ہے، پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے صرف ان انبیاء کی خبر دی ہے جن کا بیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد تمام انبیاء کرام کا بیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کردیا گیا''۔

(علامہ احمد بن حجر مکی: فتاویٰ حدیثیہ: مطبوعہ مصطفیٰ البابی، مصر، ص ۱۵۳)

علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں :

''اور یہ ان آیتوں کے منافی نہیں ہے جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ'' میں بغیر واسطہ کے جاننے کی نفی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے حضور ﷺ کا غیب پر مطلع ہونا ایک امر محقق ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان شاہد ہے'' ۔ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا، اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ'' وہ اپنے غیب خاص پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو کامل اطلاع نہیں دیتا''۔

''ابن عطاء اللہ اسکندری نے ''لطائف المنن'' میں فرمایا کہ بندے کا نور فراست سے اللہ تعالیٰ کے غیوب میں سے کسی غیب پر مطلع ہونا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ'' اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ'' مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے، اور یہی نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب ہے: ''میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے'' کیونکہ جس کی آنکھ حق تعالیٰ ہو اس کا غیب پر اطلاع پانا کوئی مستبعد نہیں ہے''۔

(علامہ شہاب الدین احمد خفاجی: نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض: مطبوعہ دار الفکر، بیروت: ج ۳: ص ۱۵۰)

اور یہی بات بعینہٖ علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں کہی ہے۔

(علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی: شرح مواہب لدنیہ: ج ۷: ص ۲۲۸-۲۲۹)

علامہ محمود بن اسرائیل معروف با بن قاضی سماونہ فرماتے ہیں :

''ان آیات کریمہ میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ جس علم کی نفی کی گئی ہے وہ مستقل علم ہے (جو از خود معلوم ہو اور بتلانے سے جو علم ہو اس کی نفی ہے) یا یہ کہا جائے کہ نفی علم قطعی کی ہے نہ کہ ظنی کی، اور اس تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا ص، کیونکہ یہ غیب ہے، اور فرشتوں نے اپنے گمان کے مطابق یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے اس کی خبر دی (یعنی یہ کہ بنی آدم زمین میں فساد پھیلائیں گے) لہٰذا اگر کوئی شخص مستقل طور پر جاننے کا دعویٰ کرے تو اسے کافر قرار دیا جانا چاہئے، اور اگر اس بناء پر دعویٰ کرے کہ اسے نیند یا بیداری میں کشف کے ذریعے آگاہ کیا گیا ہے تو اسے کافر نہیں کہیں گے، کیونکہ اس کے دعوے اور آیت میں کوئی مخالفت نہیں ہے جیسے کہ اس سے پہلے تطبیق کا بیان ہوا ہے''۔

(علامہ محمود بن اسرائیل: جامع الفصولین: مطبوعہ المطبعۃ الکبریٰ المیریہ مصر: ج۲: ص۲۲۰)

ان تصریحات سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ نفی ذاتی طور پر جاننے کی گئی ہے جو بلا واسطہ اور بغیر بتلانے کے ہو، لیکن اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے جو علم غیب حاصل ہو وہ ثابت ہے، اس کی نفی نہیں ہے۔

علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

''اور یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو ان پانچ امور غیبیہ میں سے کسی پر اطلاع دے دے اور اپنے خاص بندے کو اس کا کسی قدر علم عطا فرمادے، اور وہ علم جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے وہ ایسا علم ہے جو تمام احوال اور تفصیلات کو شامل ہے اور ہر قسم کی معلومات کا احاطہ کرتا ہے، جامع صغیر کی شرح مناوی کبیر میں حدیث بریدہ کی بحث میں لکھا ہے کہ خمس لا یعلمھن الا اللہ (پانچ چیزوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا) کا مطلب یہ ہے کہ ایسا علم جو تمام معلومات کو کامل طور پر محیط ہو اور ہر کلی اور ہر جزی کو شامل ہو وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے، اس کے سوا کسی کو حاصل نہیں، اور یہ اس چیز کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو بعض مغیبات پر مطلع کردے یہاں تک کہ ان پانچ میں سے بھی بعض پر، کیونکہ یہ تو چند جزئیات ہیں، رہا معتزلہ کا انکار، تو محض ہٹ دھرمی اور سینہ زوری ہے (امام مناوی)، ہمارے اس بیان سے ان احادیث میں تطبیق معلوم ہوگئی جو علم غیب کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے پر دلالت کرتی ہیں، اور جو اس کے خلاف پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً مغیبات سے متعلق نبی اکرم ﷺ کی بعض خبریں اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہیں، اس سلسلے میں شفاء شریف اور مواہب لدنیہ کا مطالعہ مفید رہے گا''۔ (علامہ سیّد محمود آلوسی: تفسیر روح المعانی: مطبوعہ طہران: ج۲۱: ص۱۰۰)

اللہ تعالیٰ اور مخلوق کا علم مساوی نہیں

اس سے پہلے جو تفصیل گزری ہے اس سے حضور ﷺ کے علم کی وسعت کا کسی قدر اندازہ ہوتا ہے، اللہ جل مجدہٗ نے حضور ﷺ کو تمام اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا ہے یہاں تک کہ آپ نے ایک ہی مجلس میں کائنات کی پیدائش سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنے اپنے ٹھکانوں میں جانے تک کی خبر دی، اس کے باوجود حضور کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی نہیں ہے بلکہ تمام مخلوق کا علم بھی علم الٰہی کے برابر نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس مساوات کا امکان ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے علم میں مساوات کی تحقیق کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :

"ہماری اس تقریر سے ظاہر و باہر ہوگیا ہے کہ تمام کائنات کا علم ایک طرف ہو تو کسی مسلمان کے دل میں یہ خیال تک نہیں گزر سکتا کہ وہ علم الٰہی کے مساوی ہوسکتا ہے، کیا اندھوں کو نظر نہیں آتا کہ علم الٰہی اور علم رسول (بلکہ پوری کائنات) کے علم میں کتنی وجوہ سے فرق ہے؟"

(۱) اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی اور مخلوق کا علم عطائی ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے علم کا ثبوت ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے ضروری ہے اور مخلوق کے لئے علم کا ثبوت ممکن ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، سرمدی، قدیم، حقیقی ہے اور مخلوق کا علم حادث ہے کیونکہ تمام مخلوق حادث ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ صفت موصوف سے پہلے نہیں پائی جاسکتی۔

(۴) علم الٰہی غیر مخلوق ہے اور مخلوق کا علم مخلوق ہے۔

(۵) علمِ الٰہی غیر مقدور ہے اور مخلوق کا علم مقدور مقہور ہے۔

(۶) علمِ الٰہی واجب البقاء ہے اور مخلوق کا علم جائز الفناء ہے۔

(۷) علمِ الٰہی میں تغیر ممتنع ہے اور مخلوق کا علم تغیر پذیر ہے۔

(امام احمد رضا بریلوی: الدولۃ المکیۃ: مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی، ص ۲۱۲)

مساوات کا وہم اسی شخص کو لاحق ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعتوں سے جاہل ہے، حقیقت یہ ہے کہ تمام مخلوق کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم سے وہ بھی نہیں ہے جو ایک قطرے کو ساتوں سمندروں سے ہے، اگر یہ بات کہی بھی جائے تو محض سمجھانے کے لئے ہوگی، کیونکہ قطرہ اور سمندر دونوں متناہی ہیں، ان کی باہمی نسبت، متناہی کی متناہی سے نسبت ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے علم میں یہ نسبت نہیں ہے، کیونکہ مخلوق کا علم متناہی اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی ہے، ان کے درمیان وہ نسبت ہے جو متناہی کو غیر متناہی سے ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

جب موسیٰ علیہ السلام کی خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو ایک پرندہ آیا اور اس نے اپنی چونچ پانی میں ڈالی، حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے، غور کیجئے

کہ یہ پرندہ کیا کہہ رہا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا وہ کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت خضر علیہ السلام نے بتایا کہ پرندہ یہ کہتا ہے کہ اے خضر علیہ السلام! تمہارا اور موسیٰ علیہ السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے ایسے ہی ہے جیسے میں نے اپنی چونچ کے ذریعے اس پانی سے کچھ حصہ لے لیا ہے۔

یہ حدیث امام مسلم اور بخاری کی شرائط پر صحیح ہے لیکن انہوں نے اسے روایت نہیں کیا ہے۔

(حافظ حاکم نیشاپوری: مستدرک حاکم: مطبوعہ دار الفکر، بیروت: ج ۲: ص ۳۲۹)

علامہ خفاجی، علامہ طیبی (شارح مشکوٰۃ) سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی معلومات کی کوئی انتہا نہیں ہے، آسمانوں اور زمین کے غیب اور جو کچھ فرشتے ظاہر کرتے ہیں اور جو کچھ چھپاتے ہیں، سب اللہ تعالیٰ کے علم کا ایک قطرہ ہے"۔

(علامہ شہاب الدین خفاجی: عنایۃ القاضی، طبع بیروت: ج ۲: ص ۱۲۹)

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے بھی یہی تصریح فرمائی ہے۔

(علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی: حاشیہ تفسیر بیضاوی: مطبوعہ کوئٹہ: ص ۳۰۱)

اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت کو بیان کرتے ہوئے علامہ سیالکوٹی فرماتے ہیں:

"مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ قندیلیں پیدا فرمائیں اور انہیں عرش کے ساتھ معلق فرمایا (جن کی وسعت کا یہ عالم ہے) کہ تمام آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے یہاں تک کہ جنت اور دوزخ سب کچھ ایک قندیل میں ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی جانے باقی قندیلوں میں کیا ہے، اور کعب الاحبار نے فرمایا کہ جہانوں کی تعداد کا شمار اللہ ہی بہتر جانتا ہے وَ مَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا)"۔

(علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی: حاشیہ تفسیر بیضاوی: مطبوعہ کوئٹہ: ص ۵۹)

خلاصۂ کلام

اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان و ما یکون کا علم تدریجاً عطا

فرمایا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ علم جو ابتداءِ آفرینش سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے تک تمام ما کان و ما یکون کو محیط ہے، جیسا کہ سابق ابحاث میں قرآن وحدیث اور اقوالِ ائمہ سے ثابت و معلوم ہوا ہے، نزولِ قرآن کے ساتھ ساتھ اپنی ارتقائی منازل کو طے کرتا ہوا مکمل ہوا، اور جو اس کا انکار کرے اس پر لازم ہے کہ وہ دلیل قطعی سے ثابت کرے کے پورے قرآن کریم کے نازل ہو جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فلاں چیز کا علم نہیں ہے، امام اہلسنت حضرت محدّث امام احمد رضا قادری ثم بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی عقیدہ و مسلک ہے، اور اہل سنت و جماعت کے کثیر فقہاءِ کرام، محدثین، مفسرین اور صوفیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر متفق ہیں۔

حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"ان تمام اجماعات کے بعد ہمارے علماء میں اختلاف ہوا کہ بیشمار علوم غیب جو مولیٰ عزوجل نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے آیا وہ روزِ اوّل سے یومِ آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں جیسا کہ عموم آیات اور احادیث کا مفاد ہے، یا ان میں تخصیص ہے، بہت اہل ظاہر جانب خصوص گئے ہیں، کسی نے کہا متشابہات کا، کسی نے خمس کا، کثیر نے کہا ساعت کا، اور علماء باطن (صوفیاء کرام) اور ان کے اتباع سے بکثرت علماءِ ظاہر نے آیات واحادیث کو ان کے عموم پر رکھا، ما کان و ما یکون (یعنی تخلیقِ کائنات کے آغاز سے لے کر قیامت تک کا علم) بمعنی مذکور میں از آنجا کہ غایت میں دخول و خروج دونوں محتمل ہیں، ساعت داخل ہو یا نہیں بہر حال یہ مجموعہ بھی علوم الٰہیہ سے ایک بعض خفیف ہے"۔

اس کے بعد فرماتے ہیں :

یہ خاص مسئلہ جس طرح ہمارے علماء اہل سنت میں دائر (گردش کناں) ہے مسائلِ خلافیہ اشاعرہ اور ماتریدیہ کے مثل ہے کہ اصلاً محلِ لوم (اور جائے ملامت) نہیں، ہا! ہمارا مختار، قول اخیر ہے جو عام عرفاءِ کرام اور بکثرت اعلام کا مسلک ہے، اور اس بارے میں بعض آیات واحادیث اور اقوالِ ائمہ، حضرت (سوال کرنے والے بزرگ) کو فقیر کے رسالے "انباء المصطفٰے" میں ملیں گے، اور اللؤلؤ المکنون فی علم البشر ما کان وما یکون وغیرہ رسائلِ فقیر میں بحمد اللہ تعالیٰ کثیر و وافر ہیں"۔

(امام احمد رضا بریلوی: خالص الاعتقاد (اردو): مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور، ص ۲۶۔۲۷)

وجہِ اختلاف

اس مسئلہ میں اختلاف دراصل اس قسم کی باتوں سے واقع ہوا، جیسے مولوی اسمٰعیل دہلوی نے لکھ دیا کہ :

"جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبرِ خدا یا کوئی امام یا کوئی بزرگ غیب کی بات جانتے تھے اور شریعت کے ادب سے منہ سے نہ کہتے تھے سو وہ بڑا جھوٹا ہے، بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں"۔

(محمد اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان (اردو): مطبع فاروقی دہلی، ص ۲۶)

اس نے ان تمام آیتوں اور حدیثوں کی طرف توجہ نہ کی جن میں سے بعض ہم نے سابقہ سطور میں ذکر کی ہیں۔
مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا ہے :

"الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخرِ عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے، شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخرِ دوعالم کی وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رَدّ کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔

(خلیل احمد انبیٹھوی: براہین قاطعہ: کتب خانہ امدادیہ دیوبند، ص ۵۵)

اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ شیطان کا علم (نعوذ باللہ من ذلک) حضور نبی کریم ﷺ کے علم سے زیادہ ہے کیونکہ اس نے کہا ہے کہ شیطان کا علم روئے زمین کو محیط ہے اور یہ نص سے ثابت ہے، اور نبی کریم ﷺ کا علم ایسا نہیں ہے بلکہ حضور ﷺ کے لئے علم محیط ثابت کرنا شرک ہے اور نصوص کے خلاف ہے، کیسی عجیب بات ہے کہ ہم اگر حضور ﷺ کے لئے علم محیط ثابت کریں تو اس سے شرک لازم آئے اور مولوی صاحب موصوف اگر یہی علم ابلیس لعین کے لئے ثابت کریں تو نہ صرف شرک لازم نہیں آتا بلکہ وہ نص سے ثابت ہے (اللہ تعالیٰ کی پناہ) اپنے اپنے نصیب کی بات ہے۔

مزید سنئے مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :

’’پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے‘‘۔

(اشرف علی تھانوی: حفظ الایمان: کتب خانہ اعزازیہ دیوبند: ص ۸)

قارئین کرام! یہ اور اس طرح کی دوسری بہت سی باتیں تھیں جو برصغیر ہند میں افتراق کا سبب بنیں، اور علماء اہل سنت وجماعت نبی کریم ﷺ کے حقوق، جن کا ادا کرنا ان پر واجب تھا، کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان نظریات کا بھرپور ردّ فرمایا، انہی علماء اہل سنت میں سے ایک امام احمد رضا قادری بریلوی بھی ہیں جنہوں نے عظمت شان الوہیت اور مقام مصطفےٰ ﷺ اور شان رسالت کے تحفظ کے لئے متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں، اور شان الوہیت وشان رسالت میں تنقیص کرنے والوں کا ردّ بلیغ فرمایا، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ امام احمد رضا بریلوی سے بغض رکھتے ہیں اور اُن پر ایسے ایسے جھوٹ باندھتے ہیں جن سے ان کا دامن پاک ہے۔

اولیاء کرام اور علم غیب

امام ابن حجر مکی سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مومن غیب جانتا ہے تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے ”قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ‘‘ (تم فرماؤ کوئی غیب نہیں جانتے آسمانوں اور زمینوں میں سے مگر اللہ) کافر ہو جائے گا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کے کلام میں احتمال کی وجہ سے اس کو مطلقاً کافر نہیں کہا جائے گا، چنانچہ علامہ امام ابن حجر لکھتے ہیں :

’’جب کوئی شخص کہے کہ مومن غیب جانتا ہے تو اس سے اس کی تفصیل معلوم کی جائے گی اور اگر وہ یہ کہے کہ اس قول سے میری مراد یہ ہے کہ بعض اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ بعض مغیبات کا علم عطا فرماتا ہے تو اس کا یہ قول مقبول ہوگا، کیونکہ یہ بات عقلاً جائز ہے اور نقلاً ثابت اور واقع ہے، کیونکہ یہ اولیاء اللہ کی ان کرامات میں سے ہے جو شمار سے باہر ہیں، پس بعض اولیاء اللہ خطاب سے غیب کا علم رکھتے ہیں، بعض کے لئے پردہ اُٹھا دیا جاتا ہے اور بعض کے لئے لوحِ محفوظ منکشف کردی جاتی ہے اور وہ لوحِ محفوظ کو دیکھ لیتے ہیں‘‘۔

(مولانا روم فرماتے ہیں:

لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاء

آنچہ محفوظ است محفوظ از خطا)

اس سلسلے میں حضرت خضر کے بارے میں قرآن پاک کا بیان کافی ہے، اس بنا پر کہ انہیں ولی مانا جائے جیسے کہ جمہور علماء اور تمام عرفاء سے منقول ہے، اگرچہ زیادہ صحیح یہی ہے کہ وہ نبی تھے، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق روایتوں میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ کے بارے میں خبر دی کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا، چنانچہ اسی طرح ہوا۔

(مؤطا کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ انہوں نے لڑکی کی خبر دی تھی اور لڑکی ہی پیدا ہوئی۔ شرف قادری)

اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے حضرت ساریہ اور ان کے لشکر کے بارے میں انکشاف کیا جب کہ ملک عجم میں تھے، اور حضرت امیر المؤمنین اس وقت مدینہ منورہ میں منبر پر جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو آپ نے یا ساریۃ الجبل (اے ساریہ! پہاڑ کی طرف سے بچو) کہہ کر حضرت ساریہ کو دشمن کی کمین گاہوں سے بروقت خبردار کر دیا جہاں سے وہ حملہ کر کے مسلمانوں کی بیخ کنی کرنا چاہتے تھے، اور حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ میری اُمت کے محدَّث ہیں جنہیں الہام کیا جاتا ہے۔

اور رسالہ قشیریہ اور عوارف المعارف امام سہروردی وغیرہ کتابیں ایسے بے شمار واقعات سے بھری ہوئی ہیں جن میں اولیاء اللہ کے بارے میں ایسے واقعات ہیں جن کا تعلق غیب سے ہے، مثلاً بعض اولیاء اللہ کا یہ قول کہ میں کل ظہر کے وقت فوت ہو جاؤں گا اور ایسا ہی ہوا، اور جب دفن کرنے کے بعد ان کی دونوں آنکھیں کھولنے پر دفن کرنے والے نے پوچھا کہ کیا تم مرنے کے بعد زندہ ہو گئے ہو؟ تو اس اللہ کے ولی نے جواب دیا کہ میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر محب زندہ ہوتا ہے''۔ ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

قاضی شوکانی لکھتے ہیں (جیسا کہ پہلے بھی ان کا بیان گزرا ہے) کہ:

"جب یہ ثابت ہوگیا تو اب کوئی رکاوٹ اور مانع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کو بعض غیبوں کے بتلانے کے لئے خاص فرمالے جو اس نے اپنے رسول کے لئے ظاہر کئے ہیں اور رسول ﷺ نے اُمت کے بعض افراد کے لئے ظاہر فرمائے اور بعض افراد نے دوسرے حضرات کو یہ امور بتلائے، پس صالحین کی کرامات اسی قبیلے سے ہیں، اور سب بواسطۂ رسالت رب تعالیٰ کا فیض ہے"۔

(محمد بن علی شوکانی: فتح القدیر، مطبوعہ دارالمعرفہ: ج ۵: ص ۳۱۲)

بلکہ یہ تو آج بھی ممکن ہے کہ اللہ رب العزت حضرت محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے واسطے سے مختلف علوم کا فیضان اپنے بعض نیک بندوں پر فرمادے کیونکہ اس میں کوئی شرعی اور عقلی استحالہ نہیں ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"حضور ﷺ نے فرمایا میں اپنے رب کے پاس رات بسر کرتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے، اس معنی کے اعتبار سے ہمارا عقیدہ ہے کہ جو شخص عالم غیب کے احوال کا زیادہ علم رکھتا ہے اس کا قلب زیادہ قوی ہوتا اور اس میں کمزوری کم ہوتی ہے اسی لئے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: واللہ! میں نے خیبر (کا دروازہ) قوت جسمانی سے نہیں بلکہ قوت ربانی سے اُکھاڑا تھا، اور یہ اس لئے تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر اس وقت عالمِ اجسام کی طرف نہیں تھی اور فرشتے عالم کبریا کے انوار و تجلیات آپ کے دل پر ڈال رہے تھے اور آپ کی روح کو ملکوتی ارواح کے جواہر کے ساتھ مشابہت سے قوت حاصل ہوگئی اور اس میں عالم قدس کی روشنی چمکنے لگی، تو لازماً آپ ایسے ایسے کاموں پر قدرت رکھتے تھے جن پر دوسرا شخص قادر نہیں تھا۔

مزید لکھتے ہیں:

"اور ایسے ہی جب بندہ طاعات پر پابندی اور مواظبت کرتا ہے تو اس مقام کو پالیتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اُس کے کان اور آنکھ بن جاتا ہوں، اور جب جلالِ خداوندی کا نور اُس کی آنکھ ہوجاتا ہے تو پھر وہ دُور و نزدیک کو یکساں سنتا ہے، اور جب اللہ کا نور اس کی آنکھ بن جاتا ہے تو قریب اور بعید کو دیکھتا ہے، اور جب یہ نور اس بندے کے ہاتھ بن جاتا ہے تو وہ مشکل اور آسان سب میں تصرف پر قادر ہوجاتا ہے"۔

(محمد بن عمر بن حسین رازی: تفسیر کبیر: مطبعہ بہیہ، مصر: ج ۲۱: ص ۹۱)

حضرت ملا علی بن سلطان قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مومن کی فراست سے ڈرو اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے" پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ" (اور اس میں متوسمین یعنی ارباب فراست کے لئے نشانیاں ہیں) ترمذی نے اسے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، موقع کی مناسبت سے یہاں اس بات پر آگاہ کرنا بھی ضروری ہے کہ فراست کی تین قسمیں ہیں، فراستِ ایمانیہ اور یہ اس نور کے سبب حاصل ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک ایسا امر ہے جو دل پر اس طرح تیزی سے وارد ہوتا ہے جیسے شیر اپنے شکار پر جست لگا کر حملہ آور ہو، اسی مناسبت سے اس کو فراست کہتے ہیں، اور یہ فراست قوتِ ایمانی کے مطابق قوی اور ضعیف ہوتی ہے، اور جس قدر کسی کا ایمان مضبوط ہوگا اسی قدر وہ فراست میں یکتا ہوگا، ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فراست مکاشفۂ نفس اور معائنۂ غیب سے عبارت ہے اور وہ ایمان کے مقامات میں سے ایک مقام ہے، انتہیٰ۔"

(علی بن سلطان محمد قاری : شرح فقہ اکبر، مطبوعہ مصطفیٰ البابی، مصر، ص ۸۰)

شیخ مشائخ ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں :

"جب اس نفس کی ملکوتی قوت کا غلبہ ہوتا ہے اور حیوانی قوت مغلوب بلکہ فنا ہو جاتی ہے تو قلب میں یہ انقلاب برپا ہوتا ہے کہ وہ رُوح بن جاتا ہے اور مجاہدہ سے نجات پا لیتا ہے، چنانچہ دل کو قبض کے بغیر بسط اور بغیر قلق (اضطراب و پریشانی) کے اُلفت حاصل ہوتی ہے، بندے کی عقل سراپا کمال بن جاتی ہے اور عام طریقے سے ہٹ کر فراست، کشف اور الہام وغیرہ کے ذریعے کمالات اور علوم غیبیہ حاصل کرتی ہے"۔ (ترجمہ فارسی عبارت)

(شاہ ولی اللہ محدث دہلوی : ہمعات، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکادمی، حیدر آباد (سندھ)، ص ۱۰۹)

نیز لکھتے ہیں :

" اور نقشبندیہ کے عجیب تصرفات ہیں مثلاً کسی مطلوب پر توجہ کا مرکوز کرنا اور اس مقصد کا توجہ کے موافق ہونا، طالب کے دل میں اثر کرنا، مریض سے بیماری دُور کرنا، گنہگار پر توبہ کا القا کرنا، لوگوں کے دلوں میں تصرف کرنا تاکہ وہ محبت واحترام کرنے لگیں، اور ان کی عقلوں میں کاروائی کرنا کہ ان میں بڑے بڑے واقعات نقش ہو جائیں، زندوں اور وصال فرمانے والے اہل قبور بزرگوں کی نسبت پر مطلع ہونا، لوگوں کے دلی خطرات اور دلوں

میں پیدا ہونے والے خیالات پر آگاہ ہونا، مستقبل کے واقعات کو منکشف کرنا اور آئندہ پیش آنے والے مصائب وبلیات کو دور کرنا وغیر ذلک، لیکن ہم بطور نمونہ چند باتوں کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں"۔

(شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: قول الجمیل: مطبوعہ کراچی، ص ۱۰۲، ۱۰۳)

اور سب سے بڑھ کر عجیب بات وہ ہے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے "تفہیمات" میں لکھی ہے، فرماتے ہیں :

"پس میں آج خاموشی کے باوجود گویا ہوں، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ میں یکے بعد دیگرے اسرار وتجلیات اور علم ومعرفت کے میدانوں کو عبور کرتا ہوا اسم رحمٰن تک پہنچا جو کہ تمام تجلیات کا اصل اور مرکز ہے، سو میں اس (اسم رحمٰن) کے ذریعے بلند ترین مقام پر پہنچا، اور جب یہ اسم گرامی میری ذات میں جلوہ گر ہوا تو میں نے ہر علم، ہر مقام اور ہر وہ کمال دیکھا جو پہلے انسانی فرد کو حاصل ہوا، میری مراد صرف یہ آدم ہی نہیں بلکہ پہلے آدم سے لے کر اخیر تک جب دنیا فنا ہو جائے گی اور آسمان پھٹ جائیں گے، ان تمام انسانوں نے جو جو علوم، کمالات اور مقامات اور مراتب حاصل کئے، خواہ اس دنیا میں حاصل ہوئے یا قبر میں، روز حساب یا جنت میں، میں نے ان تمام کمالات کا اس طرح احاطہ کرلیا کہ کوئی امر کسی امر سے مزاحم نہیں ہے، (یہاں تک کہا کہ) میں نے تمام افلاک، معادن، اشجار، بہائم، ملائکہ، جن، لوح وقلم، اسرافیل، تمام موجودات کے کمالات کا مکمل احاطہ کرلیا۔

(پھر یہاں تک فرمایا) پس جس نے مجھے جانچا پرکھا اس نے میرے لئے کوئی کمال نہیں پایا بلکہ میں خود کمال ہوں اور مجھ میں کمال ہے میرے ہاتھ، پاؤں، چہرہ اور سینہ سب کمال ہی تو ہیں، میں اپنے کمال کے مطابق قبر میں داخل ہوا اور میں ہر کمال کو اپنے اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھنے کا منتظر ہوں، شاید میرا وجود قیامت ہے جو کمالات کے لئے قائم ہوئی ہے، اور ہمیں ایسے اسرار ورموز معلوم ہیں جنہیں ہم بیان کرنے کے نہیں، میں کہتا ہوں: ؎

وَعِنْدِیْ عُلُوْمٌ لَّا یَکَادُ یُحِیْطُھَا
سَمَاءٌ وَّلَا بَرٌّ وَّ بَحْرٌ وَّ سَاحِلٌ
وَلٰکِنَّ اَبْنَاءَ الزَّمَانِ وَجَدْتُّھُمْ
تَسَاوِیْ لَدَیْھِمْ عَاقِلٌ ثُمَّ غَافِلٌ

(اور میرے پاس اتنے علوم ہیں کہ آسمان، خشکی، سمندر اور کوئی ساحل ان کا احاطہ نہیں کرسکتا، لیکن میں نے اہل زمانہ کو ایسا پایا کہ ان کے نزدیک عالم اور جاہل برابر ہیں)

(شاہ ولی اللہ دہلوی: تفہیمات: حیدرآباد، سندھ: ج ۲: ص ۹۸ ۔ ۹۰)

ہاں! جو لوگ اولیاء بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم میں تنقیص کرتے رہتے ہیں، کہاں ہیں؟ ہم پوچھتے ہیں کہ وہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی پر کیا حکم لگائیں گے؟ اُنہوں نے اپنی ذات کے لئے ایسے علم کا دعویٰ کیا ہے جو تمام اشیاء کو احاطۂ تامہ کے ساتھ محیط ہے، اگر اس کے باوجود شاہ ولی شاہ صاحب تمہارے نزدیک موحد ہیں تو پھر دریافت طلب امر یہ ہے کہ (اس طرح کا علم) اگر امام احمد رضا بریلوی اور ان کے پیروکار بلکہ تمام علمائے اسلام حضور نبی کریم ﷺ کے لئے ماکان وما یکون کا علم ثابت کرتے ہیں (اور وہ بھی مستقل اور ذاتی نہیں بلکہ) اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے، تو انہیں کیوں مشرک قرار دیا جاتا ہے؟

شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی وہ شخصیت ہیں جن کے علم وفضل اور بزرگی کے علماء اہلِ سنت، دیوبندی اور لامذہبی (یعنی غیر مقلدین) سبھی معترف ہیں، شاہ اسماعیل دہلوی ان کے متعلق لکھتے ہیں :

''قبلۂ اربابِ تحقیق اور کعبۂ اصحابِ تدقیق، میری مراد حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ سے ہے''۔

(محمد اسماعیل دہلوی: صراطِ مستقیم (فارسی): مکتبہ سلفیہ، لاہور: ص ۱۱)

نیز لکھتے ہیں:

''قدوۃ الاولیاء اور زبدۃ اربابِ صفا یعنی حضرت شاہ ولی اللہ''۔

(محمد اسماعیل دہلوی: صراطِ مستقیم (فارسی): مکتبہ سلفیہ، لاہور: ص ۱۴)

اَب علم غیب کے متعلق سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کا بیان بھی پڑھ لیجئے، وہ فرماتے ہیں :

''موجوداتِ نفس الامریہ پر اطلاع خواہ وہ لوحِ محفوظ کے نقوش کا مطالعہ کرنے سے حاصل ہو یا اس کے بغیر، بہر صورت اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو حاصل ہے، اور لوحِ محفوظ کے نقوش کا مطالعہ بعض اولیاء کرام سے تواتر کے ساتھ منقول ہے''۔ (ملخصاً)

(شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی: تفسیر فتح العزیز: ج تبارک الذی: طبع دہلی: ص ۳۶)

برصغیر پاک وہند کے دیوبندیوں اور لامذہبوں (غیر مقلدوں) کے امام شاہ اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

'' اور اس طرح جب پارسا لوگوں کے قلوب ماسوئ اللہ سے منہ پھیر لیتے ہیں اور غفلت کے زنگ سے پاک صاف ہو جاتے ہیں تو ان کی مثال آئینوں کی طرح ہوتی ہے، مثلاً جب کوئی شئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں مقدر

ہوتی ہے تو اسے اکثر صالحین واقع ہونے سے پہلے ہی نیند یا بیداری میں دیکھ لیتے ہیں"۔

(محمد اسماعیل دہلوی: صراط مستقیم (فارسی): مطبوعہ مکتبہ سلفیہ، لاہور، ص ۳۷)

مولوی انور شاہ کشمیری دیو بندی لکھتے ہیں :

" پھر جاننا چاہئے کہ اولیاء کرام جن چیزوں کو اس دنیا میں موجود ہونے سے پہلے ہی دیکھ لیتے ہیں ان اشیاء کا بھی ایک قسم کا وجود ہوتا ہے، جیسے حضرت بایزید بسطامی ایک مدرسہ کے پاس سے گزر رہے تھے اور ہوا جھونکا آیا تو فرمایا اس ہوا میں مجھے اللہ تعالیٰ کے کامل بندے کی خوشبو محسوس ہوتی ہے، چنانچہ وہاں سے شیخ ابوالحسن خرقانی پیدا ہوئے، اور جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا! میں یمن سے اللہ تعالیٰ کی خوشبو پاتا ہوں، چنانچہ وہاں سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے"۔

(محمد انور شاہ کشمیری: فیض الباری: مطبعہ حجازی، قاہرہ: ج ۱، ص ۱۸۲)

ایک منصف مزاج قاری سے اُمید ہے کہ وہ ان نصوص کو دیکھنے کے بعد جو آیاتِ مبارکہ، احادیث طیبہ اور اہل سنت اور دیو بندیوں غیر مقلدوں کے اماموں کے اقوال سے پیش کی گئیں، یہ فیصلہ کرے کہ امام احمد رضا بریلوی علم غیب کے مسئلہ میں کوئی الگ اور منفرد رائے نہیں رکھتے بلکہ ان کی دلیل قرآن وحدیث اور بڑے بڑے جلیل القدر صوفیاء کرام، فقہائے عظام، محدثین اور مفسرین کی تصریحات ہیں۔

احسان الٰہی ظہیر نے جو اپنی کتاب (البریلویہ) میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ امام احمد رضا کی ایجاد کردہ بدعت ہے اور وہ اس میں منفرد ہیں، قارئین نے خود فیصلہ کر لیا ہوگا کہ کیسا صریح بہتان ہے اور وہ شخص انصاف کی حدوں کو کس طرح پھلانگ گیا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

"میں علم کا شہر ہوں اور ابوبکر اس کی بنیاد ہیں، عمر اس کی چار دیواری ہیں، عثمان اس کی چھت ہیں، اور علی اس کا دروازہ ہیں، ان چاروں (خلفائے راشدین علیہم الرضوان) کے حق میں کلمہ خیر ہی کہو"۔

(حافظ شیرویہ بن شہردار دیلمی: فردوس الاخبار: مطبوعہ بیروت: ج ۱، ص ۷۶)

